میں نے بجتے ہوئے سیل فون کو جیب سے نکال کر دیکھا۔ اسکرین پر اجنبی نمبر جگمگا رہے تھے۔ پھر باہر کی جانب نظر دوڑائی۔ وہ لوگ اندر آرہے تھے۔ میں نے بانیتا کور کی طرف دیکھ کر فون رسیو کرلیا۔ میرے ہیلو کے جواب میں کسی اجنبی نے کہا

" سمارٹ مین، میرے بندے تمہارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ امید ہے تم زیادہ سمارٹ بننے کی کوشش نہیں کرو گے اور چپ چاپ ان کے ساتھ آجاؤ گے۔"

"کون ہو تم؟" میں نے پوچھا

"یہ تفصیل میں تمہیں اس وقت بتاؤں گا، جب تم میرے سامنے اپنی موت کے لئے بھیک مانگ رہے ہو گے۔ میں......" وہ کہہ رہا تھا اور میں سمجھ گیا کہ وہ جو کوئی بھی تھا، کیا چاہ رہا ہے۔ میں نے سیل فون بند کر کے جیب میں رکھا اور تیزی سے اٹھا۔ بانیتا کور مجھے دیکھ رہی تھی، اس لئے مجھ سے پہلے ہی وہ اٹھ گئی۔

"یہ لوگ ہمارے لئے ہیں۔" میں نے کہا تو وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سامنے کے واش روم میں گھس گئی۔ یہ چند قدم چلتے رہنے کے دوران اس نے اپنا پسٹل نکال لیا تھا۔ میں دوسری طرف بنے ہوئے ستون کے ساتھ لگ گیا۔ وہاں سے سیڑھیوں کا سرا دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں پوری طرح الرٹ ہو گیا۔ قدموں کی چاپ نہیں آرہی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بھی تربیت یافتہ ہیں۔ میں نے سامنے دیکھا، بانیتا کور میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے اشارے سے بتادیا کہ وہ آرہے ہیں۔ اس نے دروازے کی آڑ لے لی۔ اس نے پسٹل کا سیفٹی کیچ ہٹایا اور وہ فائرنگ کے لئے پوری طرح تیار ہو چکی تھی۔

ایک دو منٹ کے اندر ہی وہ اوپر آگئے۔ وہ چار تھے۔ ایک نے آتے ہی کسی نے کہا

"یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ نہ جمال اور......"

"یہیں ہوں گے، دیکھو۔" دوسرے نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ اسی لمحے وہ آگے آکر پھیلنے لگے۔ اس طرح وہ مجھے دیکھ لیتے، میں جب تک ایک دو کو فائر کرتا، تب تک وہ مجھے نشانہ بنا لیتے۔ اسی صورت حال کو دیکھتے ہوئے بانیتا کور نے فائر کر دیا۔ اس لمحے انہیں سمجھ نہیں آئی کہ یہ فائر کس طرف سے ہوا ہے۔ میں نے اسی لمحے کا فائدہ اٹھایا اور تبھی میں نے ایک کے ہاتھ کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ پسٹل سمیت اس کا ہاتھ اُڑ گیا تو اس کے منہ سے بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ اس کے بعد موقعہ نہیں تھا۔ ان کی طرف سے گولی چلی اور بانیتا کور بھی اگلا فائر کر چکی تھی۔ اس کے ساتھ میں نے فائر کر دیا۔ وہ واپس مڑنا چاہتے تھے یا نہیں، البتہ میں سامنے نکل کر ان پر فائر کرتا چلا گیا۔ وہ چاروں فرش پر پڑے چیخ رہے تھے۔ بلاشبہ نیچے والوں نے اوپر آنا تھا یا پھر بھاگ جانا تھا۔ میں انہیں بھاگنے کا موقعہ نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے پسٹل کا میگزین بدلا اور سیڑھیوں کے سرے پر دیکھنے لگا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے بانیتا کور کو دیکھا۔ وہ پاؤں کی ٹھوکر سے ان کا اسلحہ ان سے الگ کر رہی تھی۔ وہ ایسا کر چکی تو میں نے اسے سیڑھیوں کے سرے پر نظر رکھنے کو کہا۔ وہ میری جگہ آگئی تو میں تیزی سے

شیشے کی بڑھا۔ ایک الماری کی کنڈی نہیں تھی۔ میں نے اسے کھولا اور نیچے قدم رکھا اور ایک ہاتھ سے جھول گیا۔ اسی لمحے مجھے اندر کا منظر دکھائی دیا۔ وہ منظر دیکھ کر میرا دماغ گھوم گیا۔ مجھے ایک دم سے شاک لگا۔ ان دونوں حملہ آوروں نے دو عورتوں اور چند بچوں کو یرغمال بنایا ہوا تھا۔ بچوں کی ہچکیاں بندھی ہوئیں تھیں۔ اگر ایک ہوتا تو میں چشم زدن میں اس کا صفایا کر چکا ہوتا۔ وہ دو تھے۔ اگر ایک مرتا تو دوسرا نقصان پہنچا سکتا تھا۔

اس وقت صورت حال یہ تھی کہ میں نیچے بڑی آسانی کے ساتھ جا سکتا تھا، لیکن اوپر جانا بہت مشکل تھا۔ مجھے اچھی طرح احساس تھا کہ بانیتا کور دوسری طرف نگاہ رکھے ہوئے تھی۔ میں وہیں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر بہت مشکل سے کھڑا ہونا چاہا لیکن میری حرکت سے آواز پیدا ہوئی۔ میں کوئی ایسی آواز بھی نہیں نکالنا چاہتا تھا، جس سے نیچے کھڑے حملہ آور متوجہ ہو جاتے۔ میں نے جیب سے سیل فون نکالا اور بانیتا کور کو فون کر دیا۔ اس نے بجائے فون سننے کے چند ثانیے کے بعد کھڑکی میں آ کر دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر میں نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی ہوئی تھی۔ اس نے اشارے سے پوچھا، تو میں نے سیل فون کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دوبارہ کال کر کے نیچے کی صورت حال کے بارے میں بتایا۔ پھر اسے سمجھایا کہ کیا کرنا ہے۔ اس وقت دو عورتوں اور بچوں کی زندگی کا سوال تھا۔ بانیتا کور پیچھے ہٹ گئی تو میں نے بڑی احتیاط سے خود کو اس طرح ٹیرس پر لٹا لیا کہ آواز تک پیدا نہیں ہونے دی۔ اس بار جب میں نے ان حملہ آوروں کے چہروں پر کافی حد تک تشویش دیکھی تھی۔

میں نے بانیتا کور کو یہ سمجھایا تھا کہ وہ ایک دم سے سیڑھیوں پر سے لڑھکتے ہوئے ایسے نیچے گرتی چلی جائے جیسے کہ وہ بے ہوش ہے یا مر چکی ہے۔ ایک آدھ ثانیے کو ان حملہ آوروں کی توجہ ہٹانی تھی۔ لیکن اس سے پہلے میں اسے کہا تھا کہ وہ اپنا پسٹل میری طرف پھینک دے۔ وہ وہاں پر ان چاروں میں سے کسی کا بھی اسلحہ استعمال کر سکتی تھی۔ چند لمحوں ہی میں اس نے پردے کے ایک کپڑے میں پسٹل باندھ کر بالکل میرے اوپر تک پہنچا دیا۔ میں لیٹے لیٹے وہ کھولا، اس کا میگزین دیکھا اور مطمئن ہو کر اسے ایکشن کے لئے کہہ دیا۔

میں غور سے شست باندھے ان پر نگاہیں گاڑے ہوئے تھا۔ تبھی ان کی توجہ ہٹی، انہوں نے گھوم کر دیکھا، تبھی میں نے دونوں ہاتھوں سے پوری توجہ کے ساتھ دو فائر کئے۔ ان کے ہاتھوں سے پسٹل نجانے کدھر گئے، اس کے ساتھ ہی ان کے حلق سے چیخیں بلند ہوئیں۔ میں نے اگلا لمحہ ضائع نہیں ہونے دیا۔ جس وقت تک ان کی چیخیں کم ہوتیں، میں ٹیرس سے کود گیا تھا۔ بلاشبہ بانیتا کور بھی اٹھ گئی ہوگی۔ میرے قدم جونہی زمین پر لگے۔ وہ دونوں باہر کی جانب بھاگ کر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔

میں اسپرنگ کی مانند اچھلا اور ان دونوں کے درمیان آ گیا۔ انہوں نے یہی سمجھا کہ میں ان پر وار کروں گا، لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں ایک دم سے جھک گیا وہ میرے اوپر سے الٹ کر باہر فرش پر جا گرے۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتے میں ان کے سر پر پہنچ گیا۔ اس وقت تک بانیتا کور بھی آ گئی۔ اس نے آتے ہی ایک بندے کے منہ پر زوردار ٹھوکر ماری۔ اس کے دیکھا دیکھی میں نے بھی اس کے منہ پر ٹھوکر رسید کی۔ وہ اوغ کی کریہہ آواز نکال کر وہیں ڈھیر ہو گئے۔

خطرہ ٹل جانے کا احساس کر کے لوگوں کی باتیں شروع ہو گئیں۔ یہ ایسی صورت حال تھی، جس میں ہمارے لئے خطرہ بڑھ جاتا۔ پولیس کو جواب دینا، وقت ضائع ہونا اور خواہ مخواہ تفتیش سے گزرنا، کئی ایسے مرحلے تھے۔اس سے بہتر یہی تھا کہ ان دونوں کے لے کر یہاں سے نکل جائیں۔میں نے فوری طور پر ان کی تلاشی لیتے ہوئے وہاں کے لوگوں کہا کہ فوراً رسی لائیں۔ جب تک ہم نے ان دونوں نے تلاشی لی تب تک ہمیں رسی دستیاب ہو گئی۔ میں نے دونوں کو باندھتے ہوئے بانیتا کور کو سمجھا دیا کہ اب کیا کرنا ہے۔وہ تیار ہو گئی۔ جیسے ہی میں نے دوسرے کو باندھا، وہ کار کی جانب بڑھ گئی۔وہ تیزی سے کار قریب لائی۔اس کا دروازہ کھولا۔تبھی ایک آدمی تیزی سے بولا

”ارے کیا کر رہے ہو بھائی، پولیس آتی ہی ہو گی۔“

ہم نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بلکہ ان دونوں کو اٹھا کر، کار کی پچھلی سیٹ کے درمیان رکھا۔بانیتا کور نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور ہم وہاں سے چل دیئے۔

”کدھر جانا ہے؟“اس نے پوچھا

”فی الحال چلتے چلو۔بتاتا ہوں۔“ میں نے کہا اور سیل فون نکال لیا۔میں نے طارق نذیر کے نمبر پش کئے۔ میرے خیال میں اس نے بیل بھی نہیں بجنے دی تھی کہ فون پک کر لیا۔

”سر میں آپ ہی کو فون کر رہا تھا۔“ اس نے تیزی سے پرجوش لہجے میں کہا

”کیوں؟“ میں نے پوچھا

”اس بندے کا پتہ چل گیا ہے، جس کی وجہ سے آپ کے گھر پر حملہ ہوا تھا۔وہی مخبر تھا، وہ ہمارے پاس ہے اسی نے بتایا۔“ وہ بولا

”اچھا میں یہ تفصیل تمہارے پاس آ کر سنتا ہوں۔ مجھے کوئی سیف ہاؤس بتاؤ، یا پھر ایسی جگہ جہاں دو غلط قسم کے بندوں کے ساتھ ہم بھی کچھ وقت گزار سکیں۔“ میں نے کہا تو وہ تشویش سے بولا

”اوہ۔ا ایسا کیا ہو گیا سر؟“

”یار، آ کر بتاتا ہوں نا، جلدی بولو۔“ میں نے کافی حد تک تلخی سے کہا تو وہ میری لوکیشن پوچھنے لگا۔میں نے بتایا تو وہ بولا

”آپ سیدھے اسی روڈ پر آتے چلیں جائیں۔ پھر دائیں جانب آئیں گے تو نہر آ جائے گی۔تب تک میں پہنچ جاتا ہوں، میں کار میں سوار ہو گیا ہوں، میں قریب ہی ہوں۔“ اس نے روانی میں کہا۔میں اگلے چوک کو دیکھنے لگا جہاں سے مڑنا تھا۔ہم نہر پر پہنچے ہی تھے کہ سامنے طارق کھڑا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ ہم کون سی کار میں ہیں۔میں نے کال کر کے اسے بتایا تو وہ اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے ایک بنگلہ نما گھر میں آ گئے۔

”وہ مخبر بھی ادھر ہی ہے۔آپ خود اس سے پوچھ لیں۔“ طارق نے بتایا

”ان دونوں کو اتارو، یہ ذرا خاص مہمان ہیں، ان کی خاطرداری کرو، ان کے ہاتھوں پر زخم ہیں، انہیں فسٹ ایڈ دو پھر ان سے

بات کرتے ہیں۔" میں نے کہا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔

ننگے فرش پر ایک ادھیڑ عمر فربہ مائل شخص ادھ موا ہوا پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ آہستہ آہستہ سانس لے رہا تھا۔

"یہی ہے وہ منیجر۔" طارق نے بتایا تو میں اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ آواز سن کر اس نے بہ مشکل پپوٹے کھولے، میری طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی۔ وہ میری جانب خوف زدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر یوں سر گرا دیا جیسے وہ مایوس ہو کر ہر طرح کی صورت حال کو قبول کرنے کا فیصلہ کر چکا ہو۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور اس کا سر اٹھا کر پوچھا

" کیسے ہوا سب ؟"

"جس وقت فیضان بٹ کی گاڑی پولیس ہیڈ کوارٹر کے سامنے پہنچی تھی، اس وقت تمہارے دو بندے فیکٹری میں موجود تھے اور الطاف گجر بھی وہیں تھا۔ یاد ہے آپ کو؟" اس نے یوں کہہ کر یاد دلانے کی کوشش کی جیسے یہ بہت پرانی بات ہو۔ میں سمجھ گیا تھا۔

"آگے کہو۔" میں بولا

"اس وقت مجھے فون کال ملی کہ میرے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا ہے، انہوں نے میرے بیٹے کی آواز تک مجھے سنائی۔ میری بات کروائی اس سے۔"

"تمہارے بیٹے کا اغوا؟" میں نے یوں پوچھا جیسے مجھے بہت حیرت ہوئی ہو۔ حالانکہ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ ایک نئی کہانی گھڑے گا۔

"جی، میں یہی سمجھ رہا تھا کہ کوئی مجھ سے تاوان مانگے گا، جیسے آج کل اغوا برائے تاوان کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔" اس نے کراہتے ہوئے کہا

"تو پھر......؟" میں نے پوچھا

"انہوں نے مجھ سے کوئی رقم نہیں مانگی، بلکہ انہوں نے مجھ سے کام لینے کے بارے میں کہا۔ اور جب انہوں نے مجھے کام بتایا تو میں نے سوچ لیا کہ اب نوکری تو چھوڑنا پڑے گی۔ اپنے بیٹے کی خاطر میں نوکری چھوڑنے کا سوچ لیا تھا۔ دوسرا انہوں نے میرے بیٹے کو نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ یہاں رات سے کس طرح کے بندے کو رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھ سے تصدیق کی تو میں نے بتا دیا کہ بندہ ابھی تک ادھر ہی ہے۔ انہوں نے مجھے ان سب پر نگاہ رکھنے کو کہا۔ یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائیں۔ جب تک وہ آئے آپ لوگوں کے بندے الطاف گجر کو نکال کر لے جا چکے تھے۔ پھر مجھے کہا گیا کہ میں اپنے مالک کو یہاں بلواؤ، میں نے اسے بلا لیا۔ اس کے بعد مجھے نہیں پتہ۔ میرا بیٹا ابھی تک ان کے پاس ہے۔" وہ یوں بولا جیسے ابھی مر جائے گا۔

"انہوں نے تم سے کام کیا لیا؟" میں نے تحمل سے پوچھا تو وہ بولا

"جب تک وہ پہنچا آپ کے بندے تو جا چکے تھے۔ انہوں نے یہی کہا کہ میں وہ بندے پہچان کرا سے دوں کہ وہ کون ہیں۔ میں نے اپنے ایک بندے کو ان کے پیچھے لگا دیا تھا۔ مجھے یہ احساس تھا کہ اگر میں وہ بندے نہ پکڑوا سکا تو میرا بیٹا بازیاب نہیں ہو گا۔ میرا

آدمی ان دو بندوں کا گھر دیکھ آیا۔ بعد میں انہیں گھر کا بھی پتہ چل گیا۔"

"کیا ملا تجھے، نہ بیٹا اور نہ نوکری، اب کہو گے کہ ان کے بارے میں بھی نہیں معلوم کہ وہ کون ہیں، کہاں کے ہیں، تم انہیں نہیں جانتے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا

"جی بالکل، میں نہیں جانتا۔ مگر میرے بیٹے کو انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ میری اس سے بات ہوتی ہے، اب شاید وہ اپنی ماں سے بات کرتا ہوگا۔"

"مطلب، تم نے اپنے بندوں کے ذریعے ہمارے گھر کی نشاندہی کروائی۔ اور انہوں نے ہمارے گھر پر حملہ کر دیا۔ اگر ہماری قسمت اچھی نہ ہوتی تو اب تک ہم منوں مٹی کے نیچے پڑے ہوتے۔ خیر۔! اب تم ہمارے مہمان ہو۔ دیکھتے ہیں، وہ کون لوگ ہیں، جو ہم تک پہنچے۔" میں نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اب کیا کرنا ہے اس کا؟" طارق نے پوچھا

"یہ مہمان ہے۔ اس کو کھانا دو، اب کچھ نہیں کہنا اسے۔ میں بعد میں بات کروں گا۔" میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اور چل دیا۔ جیسے ہی کمرے میں آئے تب میں نے طارق سے کہا، "اس کا بیٹا اگر واقعی ہی اغوا ہوا ہے تو، الگ بات ہے اور اگر نہیں، تب پھر معاملہ دوسرا ہوگا۔ اب پتہ یہی کرنا ہے کہ اس کا بیٹا اغوا ہوا تھا؟۔ اس کے بیٹے کا پتہ کرو۔ اس کے گھر کی اور گھر والوں کی خفیہ نگرانی ہو۔"

"جی ہو جائے گا۔" طارق نے کہا تو بانیتا کور نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

"اوئے۔! بھوکا ہی مار دینا ہے تو نے، کوئی روٹی کا بھی بندوبست ہے یا نری تفتیش ہی چلنی ہے۔"

"ہاں۔ ایہ تو ہے۔" میں نے یوں کہا جیسے اس کی بات سمجھ میں آ ہی گئی ہے تو اس نے بیڈ کے سرے پر رکھا تکیہ اٹھایا اور میرے دے مارا۔

"بس دس منٹ دے دیں مجھے۔" طارق نے کہا اور جلدی سے مڑ گیا۔

تقریباً بیس منٹ بعد ان کے لئے نہایت پر تکلف کھانا چن دیا گیا۔ بانیتا کور نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر چائے کا مگ لے کر بیڈ پر جا بیٹھی۔

"اب تو کچھ بھی کرنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ سکون سے سو جانے کو من کر رہا ہے۔ آؤ، کچھ دیر سکون سے سو جائیں۔" اس نے خمار آلود آواز میں کہا تو میں ہنس دیا

"وہ جو ساتھ لائیں ہیں ان......"

"انہیں بھی دیکھ لیں گے۔ صبح تک وہ باتیں کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔"

"اگر سونا ہی ہے تو ناؤن چلتے ہیں۔" میں رائے دی

"اب تو ہلنے کو بھی جی نہیں کر رہا اور تم ظالم ہو پھر سفر کرنے کا مشورہ دے رہے ہو۔" وہ شکی آواز میں بولی تو میں ہنس دیا

''ویسے تمہیں اداکار ہونا چاہئے تھا۔ اسکرین پر دھمال ڈال دو، بچی۔''

''میرا تو ابھی دھمال ڈالنے کو بڑا دل کر رہا ہے، آ و تا۔'' اس نے باقاعدہ بانہیں پھیلا کر کہا تو میں اپنا قہقہہ نہ روک سکا تو وہ بھی کھل کر ہنس دی۔

ہم چائے پی چکے تو میں اٹھا اور پیچھے والے کمرے میں چلا گیا۔ جہاں ان دونوں کو رکھا ہوا تھا۔ وہ فرش پر پڑے تھے۔ اور ان کی آنکھوں میں نفرت اُبل رہی تھی۔ مجرم چاہئے کتنا بڑا ہو، اس کی آنکھ میں خوف در آتا ہے۔ لیکن وہ جو کسی مقصد کے لئے نکلے ہو، ان کی آنکھ کچھ اور ہی بول رہی ہوتی ہے۔ یہ آنکھیں ویسی ہی تھیں جو کسی مقصد کے لئے لڑ رہے ہوتے ہیں۔ یہ تو انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ مقصد انسانیت کے لئے قابل قبول بھی ہے یا وہ حیوانیت اور شیطانیت کے زنغے میں پھنس کو اسی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ میں ان کی آنکھوں میں جھانک کر کافی دیر دیکھتا رہا۔ ان کے ہاتھوں پر سفید پٹی باندھی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ انہیں دوا وغیرہ بھی دے دی گئی ہوگی۔ میں ان کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور نرمی سے پوچھا

''کون ہو تم لوگ؟''

''ہم کوئی بھی ہیں، تم اپنا کام کرو، ہمیں مار دو، ہماری بوٹی بوٹی کرو، دکھاؤ اپنی درندگی۔ مادر......'' اس نے انتہائی نفرت سے مجھے گالی دی۔ ایک دم سے میرا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔ اندر سے ایک لہر اٹھی لیکن جس طرح یہ لہر اٹھی تھی۔ اسی طرح میں نے اس پر خود قابو پالیا۔

''میں یہ جانتا ہوں کہ تم دونوں مجرم نہیں ہو۔ اور نہ وہ تھے، جو تم لوگوں کے ساتھی تھے۔ تھے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ چونکہ اب وہ مر چکے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں ان کی آخری رسومات ان کے مذہب کے مطابق ادا کر دی جائیں۔ باقی تم لوگوں سے باتیں تو میں بعد میں بھی کر لوں گا۔'' میں نے انتہائی تحمل سے کہا تو میرے یوں کہنے پر ایک نے سر اٹھا کر اسی نفرت آمیز لہجے میں کہا

''وہ نہیں رہا تو کوئی بات نہیں، اب اس کا جسم ہے، چاہے جلا دو یا دفنا دو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''یہ تو نیکی بات ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھے۔ وہ جس مذہب سے بھی تعلق رکھتے ہیں، میں......'' میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ دوسرا اُکتائے ہوئے انداز میں بولا

''جو مرضی کرو۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔''

''لیکن ہمیں تو ہے۔'' میری پشت سے بانیتا کور کی آواز آئی۔ انہوں نے سامنے کھڑی بانیتا کور کو دیکھا پھر استہزائیہ انداز میں مسکرا دیئے۔ میرے لئے یہ کافی حیرت والی بات تھی کہ یہ لوگ اتنے نڈر ہیں۔ لیکن دل نہیں مان رہا تھا کہ یہ نڈر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی غیرت مند آدمی بچوں اور عورتوں کو یرغمال نہیں بناتا۔ میں نے دیکھا وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے یوں کھڑی تھی، جیسے ابھی ان پر برس پڑے گی۔

''تو کرتے رہو، ہم سے کیا پوچھ رہے ہو۔'' پہلے نے بھی اسی طرح اکتائے ہوئے انداز میں کہا جیسے ہم ان کے آرام میں خلل

ڈال رہے ہوں۔

"تم لوگوں سے تو بہت کچھ پوچھنا ہے، دیکھو، ہم کتنے اچھے ہیں کہ تم دونوں سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیسے بتاؤ گے، آرام سے یا ذلیل ہو کر۔" بانیتا کور نے دانت پیستے ہوئے کہا تو دونوں نے سر اٹھا کر دیکھا

"بندھے ہوئے....." دوسرے نے کہنا چاہا تو وہ آگے بڑھی اور اس نے قریب کھڑے ایک بندے کو اشارہ کرتے ہوئے کہا

"اسے کھول دو۔"

وہ بندہ آگے بڑھا اور اس نے دوسرے کو کھول دیا۔ وہ آزاد ہوتے ہی کھڑا ہو گیا۔ مجھے لگا کہ وہ بانیتا کور سے زیادہ بھاری ہے۔ مگر میں بھی اس کا اعتماد دیکھنا چاہتا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ اس نے سامنے کھڑے اس بندے کو وار کرنے کی دعوت دی۔ وہ سرعت سے آگے بڑھا۔ اور اس نے جھکائی دے کر پوری قوت سے مکا اس کے منہ پر مارا مگر اس کی کوشش رائیگاں گئی۔ بانیتا کور نے اس کی کلائی پر ہاتھ مارا اور تو وہ بے ساختہ آگے جھک گیا، بانیتا نے اس کی گردن پر زوردار کلائی رسید کی، جس سے وہ اپنی ہی جھونک میں لڑکھڑاتا ہوا آگے دیوار کی جڑ میں جا گرا۔ بانیتا کور نے اسے اٹھنے نہیں دیا، پوری قوت سے پاؤں کی ٹھوکر اس کے سر پر دے ماری اس کا سر دیوار سے لگا۔ وہ چکرا گیا۔ وہ رکی نہیں، اس نے اس کا سر پکڑا اور دوبارہ اسے دیوار پر دے مارا۔ خون کا فوارہ اس کے سر سے نکل پڑا۔ بانیتا کور نے اسے کالر سے پکڑا اور گھسیٹ کر کمرے کے درمیان میں لے آئی۔ پھر اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ چند لمحے میں وہ ادھ موا ہو گیا تو وہ ایک طرف ہو کر بولی۔

"اب اسے کھول دو، اور اس پر ٹھنڈا پانی ڈال دو۔"

"ٹھہرو۔" میں نے کہا اور پھر بندھے ہوئے کی طرف دیکھ کر پوچھا، "کیا خیال ہے؟"

وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا

"پوچھو، کیا پوچھنا ہے۔"

بانیتا کور ایک طرف پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کون لوگ ہو تم؟"

میرے یوں پوچھنے پر وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا

" ہم بھارتی ہیں اور اپنے مشن پر ہیں۔"

" ہمارے پیچھے کیوں تھے؟"

"تم دونوں کو اغوا کر کے لے جانا تھا؟" وہ بولا

"کہاں؟" میں نے پوچھا

"وہیں، جہاں ہمارا باس کہتا۔ اس سے زیادہ ہمیں کچھ پتہ نہیں۔" وہ بولا

"کب سے یہاں ہو؟" میں نے پوچھا

"دو سال ہو گئے ہیں۔" اس نے کہا

"میرے پیچھے ہی کیوں؟"

"کہا نا باس نے حکم دیا ہے کیونکہ ہمیں پتہ ہے کہ تم ہی الطاف گھمر کو پکڑ کر لائے ہو۔ تم ہمارا نیٹ ورک تباہ کر دینا چاہتے ہو۔" وہ نفرت سے بولا تو میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو، کیا اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ یقین جانو، تمہیں جانے دوں گا۔ کیونکہ تم ایک مقصد کے لئے لڑ رہے ہو۔ تم کوئی مجرم نہیں ہو۔" میں نے کہا تو اس نے پہلی بار نرم انداز میں میری طرف دیکھا، پھر مایوسی سے بولا

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے پتہ نہیں، میرا باس کہاں ہے۔ مجھے بس میرے ساتھی سے حکم ملا اور میں اس کے ساتھ چل دیا۔"

"ٹھیک ہے پڑے رہو، جب تجھے اپنے باس سے رابطہ کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے بتا دینا۔" میں نے کہا اور باہر چل دیا۔ دوسرا بے ہوش ہو چکا تھا۔ قریب کھڑے بندے نے اسے دوبارہ باندھ دیا تھا۔

☆......☆......☆

رات کا پہلا پہر ابھی ختم نہیں ہوا تھا جب جسپال اوگی پنڈ پہنچ گیا۔ پھوپھو کلجیت کور کھانے کی میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ڈرائینگ روم داخل ہوتے ہی فتح بلائی تو پھوپھو نے جواب دے کہا

"تو پتر جلدی سے کھانے پر آ جا، میں تیرا انتظار کر رہی ہوں اور باقی سب کو بھی بلاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ آواز دینے لگی۔ جسپال وہیں بیٹھ گیا۔ چند منٹوں میں سارے وہاں آ گئے۔ خوشگوار ماحول بن گیا۔ وہ وہاں بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ جسپال نے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ رتن دیپ سنگھ نے الیکشن ہی کے لئے بلایا تھا۔ پارٹی میں ہر پل اوپر نیچے تو ہو رہی ہے۔ ایسی ہی کچھ باتیں کر کے اس نے سب کو مطمئن کر دیا کہ وہ بہت اہم کام سے گیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں تھا اور ایسا ہونا ناممکن تھا کہ وہ اپنے کمرے میں ہو اور ہرپریت اس کے آس پاس نہ ہو۔ وہ ایزی ہو کر بیڈ پر لیٹا ہی تھا کہ ہرپریت آ گئی۔ وہ حسب معمول اس کے پاس بیڈ پر نہیں بیٹھی، بلکہ قریب پڑی ایزی چیئر پر سست کر بیٹھ گئی۔ جسپال نے پہلے تو محسوس نہ کیا، پھر چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا

"خیر تو ہے پریتو، یوں اجنبی ہو رہی ہو؟"

"کہاں تھے تم، اتنی رات کو اچانک نکلے؟" اس نے جواب دینے کی بجائے سوال کر دیا۔

"بتایا نا کہ میں رتن دیپ سنگھ کے پاس گیا تھا۔ کیوں تم شک کیوں کر رہی ہو؟" اس نے ہرپریت کی آنکھوں میں دیکھتے

ہوئے پوچھا

"مجھے شک نہیں یقین ہے۔" اس نے اعتماد سے کہا

"مطلب میں جھوٹ بول رہا ہوں؟" اس نے ناراضگی سے کہا

"مجھے نہیں پتہ۔" وہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی

"کوئی وجہ تو ہو، میرے جھوٹ بولنے کی، کیا بچوں کی طرح کر رہی ہو۔" وہ اکتاتے ہوئے بولا

"میں نے کہا نا کہ تمہاری باتوں پر میرا دل نہیں مان رہا ہے۔اور اب اس کی وجہ مجھے نہیں معلوم کہ ایسا کیوں ہے۔" اس نے تنگ کر کہا

"اچھا، میرا مغز نہ کھاؤ، صبح وہ توتن کور آ جائے گی ادھر، اس سے پوچھ لینا تفصیل کہ میں کہاں تھا۔اب چاہو تو اب بھی پوچھ لو کہ میں کہاں تھا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا سیل فون اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اچھا، غصے کیوں ہوتے ہو، بس تم نے کہا اور میں نے مان لیا۔" اس نے عام سے انداز میں کہا

"تو پھر، یوں اجنبی کیوں لگ رہی ہو؟" جسپال نے پوچھا تو وہ اٹھتے ہوئے بولی

"میں تمہارے لئے چائے لانا بھول گئی، وہ لے آؤں۔یا پھر جوتی کو بھیج دوں؟"

"ہر پریت۔!ادھر بیٹھو، میرے پاس اور بتاؤ بات کیا ہے؟" جسپال نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔وہ چند لمحے اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تو اس نے پوچھا، "بولو کیا بات ہے؟"

"میں بہت ڈسٹرب ہوں جسی، میری سوچیں مجھے پاگل کر رہی ہیں۔سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔" اس نے بے چینی کے سے انداز میں کہا

"کیسی سوچیں ہیں؟" اس نے نرمی سے پوچھا

"یہی کہ یہ جو ہم الیکشن لڑنے جا رہے ہیں، کیا ہوگا اس سے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ہم اسمبلی کی سیٹ جیت جائیں گے۔اور مجھے سو فیصد امید ہے کہ ہم جیت بھی جائیں گے۔لیکن، اس کے بعد ہوگا کیا؟ پورے علاقے میں جہاں صرف چند لوگ ہمارے دوست ہوں گے، وہاں اس سے کہیں زیادہ دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ایک خوشامدی ٹولہ بن جائے گا جو ہمیں گھیرے میں لے لے گا۔اگر ان کے کام ہوتے رہے تو وہ دوست دکھائی دیں گے اور اگر کام نہ ہوئے تو یہی لوگ سازش کریں گے۔منافقت کریں گے اور دشمنوں کا ساتھ دیں گے، ان پر اعتماد کیا ہی نہیں جا سکتا، ہم ہر طرح کے لوگوں کی نگاہوں میں آ جائیں گے۔وہ سکون وہ اطمینان، جو تھوڑا بہت ہمیں میسر ہے، وہ بھی نہیں رہے گا۔" وہ یوں کہتی چلی گئی، جیسے وہ پھٹ پڑی ہو۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" جسپال نے نرمی سے پوچھا

"یہ سب چھوڑو، میں انوجیت کو تو یہ نہیں کہہ سکتی، تمہیں تو کہہ سکتی ہوں۔" وہ پھر یوں بولی جیسے اسے سمجھ نہ آ رہی ہو کہ وہ آخر کہنا کیا چاہتی ہے۔ جسپال نے اس کا ہاتھ نرمی سے پکڑا اور پھر اسے قریب کر لیا۔ وہ ساری کی ساری اس کی طرف ہو گئی۔ جسپال نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا

"پرتو۔ اچھ بتا نا، بات کیا ہے؟"

وہ اس کے چہرے پر دیکھتی رہی، جیسے بہت کچھ کہنا چاہ رہی ہو پھر کچھ لمحوں بعد بولی

"جسپال۔! ہم کب تک بھاگتے دوڑتے رہیں گے، کالج لائف میں اک جوش تھا، عقل نہیں تھی، بہت کچھ کیا کیونکہ ہمیں لگتا تھا کہ اب کچھ دن ہی ہیں، جب ہم اپنی قوم کو آزاد کرا لیں گے، لیکن اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ یہ اب ناممکن ہے، آزادی ہم سے بہت دور ہو گئی ہے، ہم لڑتے ہوئے مر جائیں گے اور شاید اگلی نسل ایسا کچھ کر پائے۔" اس کے لہجے میں مایوسی تیر رہی تھی۔

"پھر کیا کرنا چاہئے ہمیں؟" اس نے پوچھا

"یہی کہ زندگی کو زندگی سمجھ لیں اور جو ہو رہا ہے اسے قبول کر لیں۔ خود سے ایسا کچھ نہ کریں جو زندگی کو ختم کرنے والا ہو، سکون بھی تو چاہئے نا زندگی میں۔" اس نے اپنی آنکھوں میں اُمید کے نجانے کتنے دیئے جلائے کہا تو جسپال آہستہ سے بولا

"پرتو۔! جیسا تو چاہے گی نا، ویسا ہی ہوگا۔ ہم ابھی اور اسی وقت الیکشن نہ لڑنے کا اعلان کر سکتے ہیں لیکن اس سے ہو گا کیا؟ ہم پر کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ ہم بہت آگے نکل آئے ہیں، بہت ساری جگہوں پر یہ طے کر لیا گیا ہے، اب واپسی ناممکن ہے۔" جسپال نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

"لیکن ابھی تو اتنی مشکل نہیں ہے، بعد میں تو......" اس نے کہنا چاہا تو جسپال اس کے ہاتھ کو دبا کر بولا

"زندگی یہ نہیں ہے جو تم چاہ رہی ہو۔ زندگی کا مقصد کچھ دوسرا ہے۔ میں ابھی تمہیں بتانے والا نہیں بلکہ تمہیں دکھاؤں گا زندگی ہوتی کیا ہے۔ اور آزادی ایک دن میں نہیں مل جاتی۔ ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ ہم نے آزادی کی اس وقت قدر نہیں کی جب وہ ہمارے سامنے دھری ہوئی تھی۔ اگر ایک بار آزادی چھن جائے تو پھر بہت دیر بعد ملتی ہے۔ اب یہ آزادی، بہت وقت بعد ملے گی اور بڑا خون بہانا پڑے گا۔ ہم جس سے آزدی مانگ رہے ہیں وہ کمینہ دشمن ہے۔ اور آخری بات، تم اتنی مایوس کیوں ہو گئی ہو، کب سے تم نے عقل کی باتیں سوچنا شروع کر دی ہیں؟" اس نے بڑے پیار سے کہا

"مجھے ڈر لگتا ہے جسپال، ہماری قربانی ہمارا لہو کہیں رائیگاں نہ چلا جائے۔" وہ دکھ سے بولی

"ہمیشہ وہ لہو رائیگاں جاتا ہے، جس میں انسانیت سے محبت نہ ہو۔ ہم کسی کو نیچا دکھانے یا اپنی انا کے لئے نہیں لڑ رہے ہیں، ہمیں طاقت سے بھی غرض نہیں لیکن۔! اگر کوئی ہماری حرمت کو نقصان پہنچائے گا تو اس کے لئے معافی نہیں ہے۔ بتاؤ کیا ہونی چاہئے معافی؟" اس بار جسپال بات کرتے ہوئے کافی حد تک جذباتی ہو گیا۔ اس پر وہ سوچتے ہوئے بولی

"تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"پر تو، میں سمجھتا ہوں کہ تم اکیلی ہوتی ہو اور اوٹ پٹانگ سوچتی رہتی ہو۔ خیر، اب تم مجھے ایک اچھی سی چائے پلاؤ، پھر میں تمہیں ایک مزیدار بات بتاتا ہوں۔" جسپال نے یونہی کہہ دیا تو وہ اٹھ کر باہر چلی گئی۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ ٹرے لئے واپس آ گئی۔

"وہ تو میں لے کر آ رہی تھی۔ اب سناؤ مزیدار بات۔" اس نے ٹرے اپنے سامنے بیڈ پر رکھتے ہوئے کہا

"مزیدار بات یہ ہے کہ بانیتا کور اس وقت جمال کے پاس لاہور میں ہے۔" اس نے ایک دم سے کہا

"ارے واہ، وہ کیسے؟" وہ کافی حد تک حیرت ملے جوش سے بولی

"بس چلی گئی اس کے پاس۔" جسپال نے کہا

"کاش ہم بھی وہاں جاتے۔" ہرپریت نے آہ بھرتے ہوئے کہا تو جسپال بولا

"بس یہ الیکشن سے فارغ ہو جائیں، پھر شری ننکانہ صاحب چلیں گے درشن کے لئے۔" اس نے کہا اور چائے بناتی ہرپریت کے چہرے پر پھیلتے رنگوں کو دیکھنے لگا۔ تبھی اس نے موضوع بدل دیا۔ وہ الیکشن بارے بتانے لگی۔ یونہی ارد گرد کے گاؤں جانے کی باتیں۔ رات گئے وہ دونوں باتوں میں الجھے رہے۔ یہاں تک کہ انوجیت بھی ان کے پاس آ گیا۔ وہ الیکشن ہی کی باتیں کرنے لگا۔ رات کے دوسرے پہر تک باتیں کرتے رہے کے بعد وہ سونے کے لئے چلے گئے۔

صبح کی روشنی بہت حد تک پھیل گئی تھی جب جسپال کی آنکھ کھلی۔ اس کے پاس سوائے نوتن کور کا انتظار کرنے کے اور کوئی کام نہیں تھا۔ وہ دھیرے دھیرے تیار ہوا۔ اور پھر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ کلجیت کور وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہیں اسے پتہ چلا کہ رات پنڈ کے ایک گھر سے لڑکی اغوا ہو گئی ہے۔ بھائی کی آنکھ کھلی تو اس نے مزاحمت کی، جس پر انہوں نے بھائی کو فائر مار دیا۔ وہ بے چارہ وہیں مر گیا۔ اب نہ لڑکی کا پتہ ہے اور نہ لڑکی لے جانے والوں کا۔ انوجیت انہی کے گھر گیا ہوا ہے۔

"پھوپھو، یہ تو بہت برا ہوا، میں دیکھتا ہوں۔" اس نے اپنا سیل فون نکال کر کہا اور انوجیت کے نمبر ملانے لگا۔ جلد ہی اس نے فون رسیو کر لیا۔

"کچھ پتہ چلا؟" اس نے پوچھا

"نہیں، کوئی سراغ نہیں ملا، پولیس آئی تھی اور قانونی کاروائی کر کے چلی گئی ہے۔ لاش بھی پوسٹ مارٹم کے لئے لے گئے ہیں۔ اب دیکھیں۔" وہ جواب میں بولا

"اچھا، میں آ رہا ہوں۔" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ وہ اٹھنے لگا تو کلجیت کور بولی

"ناشتہ کر کے جانا، وہاں پتہ نہیں کتنا وقت لگ جائے۔"

"جی پھوپھو، جیسا آپ کہیں۔" اس نے کہا تو کلجیت کور اٹھ کر کچن کی طرف چل دی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ بلبیر سنگھ پنچ کے پاس جا پہنچا۔ وہ اپنے گھر ہی تھا اور پنچائت گھر جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ جسپال کے جاتے ہی وہ اس کے ساتھ کار میں بیٹھا اور ادھر چل دیا۔

"پنچ جی، آپ کو کوئی اندازہ ہے یہ جو اغوا ہوئی ہے لڑکی، یہ کون کر سکتا ہے؟" جسپال نے اپنا کام شروع کر دیا

"ابھی دیکھتے ہیں، کیا نکلتا ہے۔ اصل میں یہ جو لڑکیوں کے اغوا والے معاملات ہیں نا، ان میں آدھے سے زیادہ وہ ہوتے ہیں، جن میں لڑکیاں خود شامل ہوتی ہیں۔ بس لوگوں میں یہ بات مشہور نہ ہو کہ لڑکی گھر سے بھاگ گئی ہے۔ کچھ لوگوں کی آپس کی دشمنی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی جرم ہو، مجھے نہیں لگتا کہ کسی کی اتنی جرات ہو گئی ہے کہ وہ ایسا جرم کرے، وہ اب پہلے والا ماحول نہیں رہا۔" بلبیر سنگھ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

"آپ کیسے یہ معلوم کر پائیں گے؟" جسپال نے پوچھا تو وہ بولا

"دیکھو بیٹا! سیانوں کی ایک کہاوت ہے کہ جہاں جرم ہوتا ہے، سراغ بھی وہیں سے ملتا ہے۔ سب سے پہلے تو ان کے دشمن کو شک کی زد میں لایا جاتا ہے۔ اور یہ کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں ہے یہاں۔ سبھی ایسا کرتے ہیں۔ وہ یا اپنی صفائی دیتے ہیں یا پھر ایسا کوئی سراغ یا ست دے دیتے ہیں، جس سے بات آگے چلائی جاتی ہے۔ اگر انہوں نے اپنی صفائی دے دی، تو بہت حد تک یہ معاملہ صاف ہو گیا۔ اگر لڑکی کہیں دوسرے لڑکے کے ساتھ بھاگی ہے تو بھی وہیں بات کھل جاتی ہے۔ کیونکہ خود کو الزام سے بری کرنا ہوتا ہے نا ملزموں نے۔" پنچ نے تفصیل بتائی

"اور اگر جرم ہو تو......" جسپال نے پوچھا

"تو پھر لوگ پولیس کی مدد لیتے ہیں، اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کو انصاف ملتا ہے۔ ایسا جرم کرنے والا اکثر ہمیشہ طاقتور بندہ ہی نکلتا ہے اور طاقت ور ہاتھ نہیں آتا۔" وہ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

اسی خاموشی میں وہ پنچائت گھر جا پہنچے۔ وہاں بہت سارے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر صرف کوئی قتل ہو گیا ہوتا تو شاید ایسے وقت میں یہ پنچائت نہ ہوتی بلکہ آخری رسومات کے بعد یہ سب ہوتا، لیکن چونکہ ایک لڑکی کا اغوا ہوا تھا، اس لئے پنچائت بلانا لازمی تھا۔ وہاں کیا فیصلہ ہوتا، یہی سننے کے لئے جسپال بھی وہیں بیٹھ گیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ باتیں سنتے رہنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ یہ کسی باہر ہی کے بندے کا کام ہے۔ گاؤں میں ان کے رشتے داروں ہی سے ان کی چپقلش تھی۔ انہوں نے نہ صرف صفائی دے دی تھی، بلکہ آئندہ بھی اگر ان کا کوئی جرم ثابت ہو جائے تو وہ ہر طرح کی سزا کے لئے تیار تھے۔ سبھی لوگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ لڑکی بہت اچھی تھی، کسی نے اس میں ایسا کچھ نہیں دیکھا تھا کہ کوئی شک بھی کیا جا سکے۔ طے یہی پایا کہ پولیس سے مدد لی جائے اور خود بھی کوشش کی جائے۔

جسپال وہاں سے اٹھ گیا۔ اس نے بلبیر سنگھ پنچ سے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا پنچھی جی، جب تک پولیس اس لڑکی تک پہنچے گی، اس کا پتہ نہیں کیا حشر ہو جائے گا۔ وہاں ان کی دسترس ہی میں نہ ہے۔"

"اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ کوئی سراغ تو ملے جہاں کوشش کی جائے، اب جیسے ہی ملے گا، کچھ کرتے ہیں۔"

وہ دونوں اس گھر میں گئے جہاں کی لڑکی اغوا ہوئی تھی۔ ادھیڑ عمر ماں باپ کے ساتھ ایک چھوٹا بھائی تھا۔ بہن اغوا ہو گئی اور بھائی بہن کو بچاتا ہوا مارا گیا تھا۔ ان پر تو قیامت گذر گئی تھی۔ وہیں سے پتہ چلا کہ لڑکی کی ایک جگہ بات چل رہی تھی لیکن ابھی کچھ بھی طے نہیں ہوا تھا۔ وہ لوگ ساتھ والے گاؤں نکوڈی بھارو میں رہتے تھے اور لڑکا اپنے کام کی غرض سے نکودر شہر میں رہتا تھا۔ اور وہیں کسی کے پاس ملازم تھا۔ ابھی تک ان دو خاندانوں میں بات اس لئے طے نہیں ہو پائی تھی کہ لڑکے والے جہیز کا کوئی زیادہ ہی مطالبہ کر رہے تھے۔ جبکہ لڑکی اس لئے نہیں مان رہی تھی کہ ایسے لالچی لوگوں کے ہاں وہ شادی نہیں کرے گی۔ والدین کا خیال تھا کہ وہ لوگ اگر کچھ کم جہیز پر راضی ہوئے تو ہمیں ہاں کر دیں گے۔ وہ کچھ دیر ان کے گھر رہا اور پھر وہاں سے واپس آ گئے۔

جسپال نے ہلیر سنگھ پنچھی کو اس کے گھر چھوڑا ہی تھا کہ ایسے میں نوتن کور کی کال آ گئی کہ وہ گھر پہنچ چکی تھی۔ جسپال کا من بہت بھاری ہو رہا تھا۔ وہ اسی دکھی من کے ساتھ گھر آ گیا۔

نوتن کور ڈرائنگ روم میں ہی تھی اس کے پاس ہرپریت بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ ان کے سامنے کھانے پینے کو کافی کچھ رکھا ہوا تھا۔ جسپال ان کے پاس جا بیٹھا۔ تو نوتن کور نے ہی غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

"خیر تو ہے نا جسپال، ایسے منہ کیوں بنا رکھا ہے؟"

"یار، بات ہی ایسی ہے، بہت دکھ ہو رہا ہے۔" وہ آزردہ لہجے میں بولا

"ایسی کیا بات ہو گئی، وہی تو پوچھ رہی ہوں؟" اس نے الجھتے ہوئے پوچھا تو جسپال نے سارا احوال کہہ دیا۔ تو وہ بھی افسردہ ہوتے ہوئے بولی، "بہت برا ہوا۔"

"وہ غریب لوگ ہیں، اگر قاتل مل بھی گئے نا، تو وہ ان کا کچھ نہیں کر پائیں گے۔" ہرپریت نے کہا تو جسپال نے اس کی طرف دیکھ کر تلخ لہجے میں پوچھا

"ہرپریت۔ ان قاتلوں کا پتہ تو چلے، تم تو ایسے کہہ رہی ہو، جیسے تمہیں پتہ ہے کہ اس کے قاتل کون ہیں، اور کوئی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ پایا۔"

"میں مانتی ہوں کہ مجھے نہیں پتہ لیکن تم جانتے ہو کہ ایسے جرم کون لوگ کرتے ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اگر پولیس کی بجائے ہم ان قاتلوں کی تلاش کریں تو جلدی ان تک پہنچ جائیں گے۔" وہ مایوسانہ لہجے میں بولی

"ہرپریت یہی ہے وہ ضرورت، جس کی وجہ سے ہمیں طاقت اپنے ہاتھ میں لینی ہے۔ بے شک دشمن پیدا ہوتے ہیں، لیکن

طاقت کے آگے، بہت کم لوگ سر مارتے ہیں، سو دفعہ سوچتے ہیں۔ یوں بے بس نہیں ہونا پڑتا۔ بتاؤ، یہی معاملہ اگر ہمارے ساتھ ہوتا تو ہم کیا کرتے۔ یہ جنگل ہے ہر پریت، اس میں کیسے رہنا ہے یہ اب ہمیں جانوروں ہی سے سیکھنا ہوگا۔ انسان اب مہذب نہیں رہا۔ درندہ بھی بھوک لگنے پر شکار کو نکلتا ہے، جبکہ انسانوں کی ان بستیوں میں ہر وقت صیاد گھات لگائے بیٹھا ہے، شاید ان کی بھوک مٹتی ہی نہیں۔" جسپال جیسے ایک دم ہی سے پھٹ پڑا تھا۔

"جسپال۔! تم پر سکون رہو، رب مہراں کرے گا، تم پریشانی مت لو۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوئی پھر اس سے پوچھا، "کیا پولیس سے تم ذاتی طور پر ملے ہو؟"

"نہیں، ابھی تو نہیں ملا۔" اس نے جواب دیا۔

"دیکھتے ہیں، وہ کیا کرتے ہیں۔" نوتن نے کچھ ایسے کہا کہ جسپال کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کس طرف اشارہ کر رہی ہے۔ وہ ایک دم سے پر سکون ہو گیا۔

☆......☆......☆

میں نے بانیتا کور کے ساتھ بڑے سکون سے ناشتہ کر کے فہیم کو فون کیا۔ میں نے یہاں آتے ہی اس اجنبی "باس" کا نمبر اسے دے دیا تھا کہ جس نے مجھے دھمکی لگائی تھی۔ یہ سب اسی کے لوگ تھے۔ وہ چاروں تو مر گئے۔ پولیس انہیں اٹھا کر لے گئی تھی۔ باقی وہ ادھر پڑے ہوئے تھے۔ میڈیا پر بہت کچھ ہوتا رہا تھا۔ جسے میں نے تھوڑا بہت سنا، پھر دھیان ہی نہیں دیا۔ فہیم سے کہا تھا کہ وہ پتہ کرے یہ کس کا نمبر ہے؟ لیکن باوجود رات گذر جانے کے وہ ابھی تک پتا نہیں پایا تھا۔ دوسری بیل پر اس نے کال ریسیو کرتے ہوئے اس نے مایوسی سے کہا

"ابھی تک اس کے بارے میں پتہ نہیں چلا، میں نے اروند اور رونیت سے بھی مدد لی، مگر پتہ نہیں چلا۔"

"کہیں ان کے پاس تو وہی کچھ نہیں ہے جو ہمارے پاس ہے؟" میں نے پوچھا

"دنیا بہت آگے چلی گئی ہوئی ہے۔ اگر یہ ٹیکنالوجی ہمارے پاس ہے تو کسی دوسرے کے پاس بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تو ہے اس کا توڑ بھی مل سکتا ہے میں نے سلمان سے بات کی ہے، وہ بھی معروف ہے، اس نے رابطہ نہیں کیا۔ اروند بھی اسی تلاش میں ہے۔" اس نے مجھے پوری تفصیل بتا دی۔

"اب اسے تلاش تو کرنا ہے، کیسے ہوگا، یہ تو وہی جانتے ہیں نا جو اس کے ماہر ہیں۔" میں نے کہا

"مجھے امید ہے، ہم کچھ نہ کچھ کر لیں گے۔" وہ اعتماد سے بولا تو میں نے اس سے کہا

"اوکے، میں انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے سیل فون بند کر کے جیب میں رکھا اور اٹھ گیا۔ پھر مختصر انداز میں بانیتا کور کو بتایا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اس کمرے کی طرف چل پڑے جہاں ان دونوں کا رکھا ہوا تھا۔ اس وقت مینیجر سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں اسے بعد میں بھی دیکھ سکتا تھا۔ مجھے ان دو

بندوں سے دلچسپی تھی۔

وہ دونوں فرش پر بندھے ہوئے چت پڑے تھے۔ میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے میری طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں ویسی ہی نفرت تھی جو میں نے رات کے وقت دیکھی تھی۔ جس نے بانیتا کور سے مار کھائی تھی، وہ ذرا بھی نادم نہیں تھا۔ جبکہ دوسرا میری جانب یوں دیکھ رہا تھا کہ جیسے میں اسی سے بات کروں گا۔ میں نے باری باری دونوں کو دیکھا اور کہا

"دیکھو بھئی، تمہارے باس نے مجھ سے تو رابطہ نہیں کیا اب تک، اگر تم لوگوں کو کوئی طریقہ آتا ہو تو بتاؤ؟" میرے اس سوال پر ان میں سے کوئی بھی نہیں بولا تو میں نے پھر سے اپنا سوال دہرا دیا۔

"اوئے بولو۔" بانیتا کور نے ان کے پاس آ کر پوچھا

"چلو یہ بتا دو، کہ وہ کون ہے کہاں ہے، میں خود مل لیتا ہوں جا کر؟" میں نے پوچھا

"ہمیں اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ وہ یہاں اس ملک میں ہے یا کسی دوسرے ملک میں موجود ہے۔ ہمیں تو حکم ملتا ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔" دوسرے نے دھیمے لہجے میں جواب دیا

"کیسے ملتا ہے حکم؟" میں نے پوچھا

"فون پر، وہ بھی ہمارے لیڈر کو ملتا تھا، وہ ہمیں ساری تفصیل بتاتا تھا۔" اس نے اسی لہجے میں جواب دیا

"کون تھا لیڈر؟" میں نے سوال کیا

"وہ شاید مر گیا ہے۔ وہ ان چاروں میں سے ایک تھا جو اوپر تم دونوں کے پاس گئے تھے۔" دوسرے نے کہا ہی تھا اور میں مزید کہنے لگا تھا کہ میرا اسیل فون بج گیا۔ میں اسکرین پر دیکھا تو ایک دم سے مسکرا دیا، پھر کال ریسیو کرتے ہوئے اسپیکر آن کر دیا، اس کی ہیلو کمرے میں گونج گئی تو میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا

"بھئی واہ، ابھی تمہارے بندوں کے ساتھ، تمہارا ہی ذکر کر رہا تھا۔ میں ان سے پوچھ رہا تھا کہاں گیا وہ چوہا، کس بل میں ہے، دھمکی دے کر غائب ہو گیا ہے۔"

میرے کہنے پر وہ مجھ سے بھی اونچا قہقہہ لگاتے ہوئے بولا

"میں کہیں بھی نہیں ہوں اور تمہارے بالکل قریب ہوں، یہ جانتے ہوئے بھی تمہیں ابھی کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ بہت لمبا کھیل کھیلنا چاہتا ہوں جمال، تو ابھی سے مجھے تلاش کرنے لگ گئے ہو۔ ابھی تو میں نے تمہیں کچھ بھی نہیں کہا۔"

"جھوٹ بولتے ہو تم، اگر تم اتنے ہی طاقتور ہو تو میرے سامنے آؤ، پھر چاہے جتنی مرضی لمبی اننگز چلے، میں کھیلوں گا۔ ورنہ میں نے تمہیں تلاش کر لیا تو تمہارا کھیل ختم کر دوں گا۔" میں نے بڑے تحمل سے کہا

"نہیں ایسے نہیں جمال...... جب میں کھیلنے کا کہہ رہا ہوں تو آؤ...... کھیلو۔ جیت ہار کے بغیر کھیل کیسے ختم ہو سکتا ہے۔ اور ہاں

......اگر میں ہار گیا تو خود اپنا آپ تیرے حوالے کردوں گا، اور...... اگر جیت گیا تو تجھے مرنا ہوگا۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا

"تم کھیلنا چاہتے ہو تو کھیلو، میں تجھ تک پہنچ جاؤں گا، پھر فیصلہ میں کروں گا۔ اور ہاں دھوکے سے اور چھپ کر وار مرد نہیں کرتا۔" میں نے اس سے تضحیک آمیز لہجے میں کہا تو وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا

"یہ فلسفے چھوڑو اور آج کی حقیقت والی بات کرو۔"

"اب ملے ہیں تو باتیں ہوتی رہیں گیں۔ خیر ہمت ہے تو اپنے دو بندے لے جاؤ، میرے پاس بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ بے چاروں نے بہت مار کھائی ہے۔ وہی بندے جنہیں تو نے میرے لئے بھیجا تھا۔ تا کہ وہ مجھے پکڑ کر تیرے پاس لے آئیں، بے چارے۔" میں نے افسوس ناک انداز میں کہا

"او چھوڑو جمال، ایسے کیڑے مکوڑے پتہ نہیں کتنے روزانہ کاکروچ کی طرح مرتے ہیں، دو بلٹ ان کے دماغ میں اُتار دو، وہ بھی میری طرف سے، کیونکہ ایسے لوگوں کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، وعدہ رہا کہ ان کے مرنے کے عوض میں تمہارے چار بندوں کی جان بخش دوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے قہقہہ لگا دیا۔

"چلو انتظار کرو میرا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں نے فون واپس جیب میں رکھتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔ فطری طور پر ان کے چہرے مایوسانہ حد تک مسخ ہو گئے تھے۔

"تمہارا باس، بہت چالاک ہے، کہہ رہا تھا کہ تم لوگوں کو مار دوں۔ اس کی بات مانوں گا تو بھی اسی کا فائدہ اور زندہ چھوڑ دوں گا تو بھی وہی فائدے میں رہے گا، کیسا؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا

"جو تمہارا دل چاہے۔" دوسرا مردہ لہجے میں بولا اور اس نے اپنا سر زمین سے لگا دیا۔ وہ مایوس ہو چکا تھا۔ میں اٹھا اور بانیتا کو باہر جانے کا اشارہ کر کے چل دیا۔ سامنے ہی طارق نذیر ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے کچھ چھپاتے اور تھوڑا بتاتے ہوئے کہا

"میرا خیال ہے انہیں کسی جیل میں رکھوا دیا جائے۔ بعد میں دیکھیں گے۔"

"اور وہ منیجر، اس کا کیا کرنا ہے؟" اس نے پوچھا

"وہ اگر آج کوئی بات بتاتا ہے تو ٹھیک، ورنہ اسے بھی ان کی طرح جیل میں رکھوا دو۔ اور یہ پتہ کرو کہ اس کا بیٹا واقعی ہی اغوا ہوا تھا یا یہ جھوٹ بول رہا ہے۔" میں نے کہا تو وہ تیزی سے بولا

"میں نے پتہ کیا تھا۔ وہ اغوا تو ہوا تھا، اور اب بھی......" یہ کہتے ہوئے وہ ایک دم سے رکا، پھر بولا، "نہیں، میں پھر سے دیکھتا ہوں۔"

"گڈ بوائے، اچھی طرح دیکھنا، مجھے کچھ اور ہی دکھائی دے رہا ہے فی الحال۔" میں نے کہا اور بانیتا کور کے ساتھ باہر کی جانب چل پڑا۔

میں تاؤن والے نئے گھر میں جب پہنچا تو وہاں سکوت تھا۔ وہ باس میرے ذہن پر سوار ہو گیا تھا۔ وہ مجھے جانتا بھی تھا،

میرے قریب بھی تھا، میری انتہائی احتیاط کے باوجود مجھ تک پہنچ گیا تھا۔ یہ تجسس ہی بہت زیادہ تھا کہ وہ کون تھا؟ اس پر وہ میرے اتنے قریب تھا کہ میرے بارے میں جان لیتا تھا۔ یہ کیسے؟

اس وقت بانیتا کور بچے نعیم اور مہوش کے پاس چلی گئی تھی۔ باقی سب بھی ہیں موجود تھے۔ میں کمرے میں تنہا تھا۔ میں اس باس کے بارے جتنا بھی سوچتا، میرا ذہن اسی قدر بکھر جاتا۔ میں اس بارے میں سب سے بات کرنا چاہتا تھا، مگر اس وقت وہ سارے ہی باس کا نمبر اور اس کی لوکیشن تلاش کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ پھر اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ جس طرح مجھے کارخانے کے مالک زوہیب کے بارے میں پتہ چلا تھا، ویسی ہی توجہ لگا کر دیکھوں۔

میں نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور بیڈ سے نیچے قالین پر آ بیٹھا۔ میں نے پوری توجہ یہ سوچنے پر لگا دی کہ وہ کون ہے اور میرے بارے میں کیسے جان لیتا ہے۔ چند لمحوں ہی میں میرے دماغ سے ساری سوچیں ہٹ گئیں۔ میں نے خود کو خلا میں محسوس کیا۔ میری بند آنکھوں کے سامنے بننے والے دائرے ختم ہو گئے اور وہاں پر اس طرح رنگ پھیلنے لگے، جیسے کئی لوگ ان رنگوں کو اُڑا رہے ہوں۔ وہ لوگ تو دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن مختلف رنگ اُڑتے اور فضا میں جا کر ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جاتے۔ وہ رنگ مختلف بادلوں کی صورت اختیار کر جاتے۔ جب بھی وہ بادل ہٹتے تو ان میں سے مجھے ایک شہر کا منظر نظر آتا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میں فضا میں ہوں یا ہوائی جہاز میں بیٹھا نیچے کسی شہر کا منظر دیکھ رہا ہوں۔ پھر میں فضا میں قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آنے لگا۔ یہاں تک کہ میں ایک سڑک پر جا گرا۔ میرے اردگرد بہت سارے لوگ آ جا رہے تھے۔ ہر بندے کا اپنا رنگ تھا۔ میں نے اپنے رنگ پر غور کیا تو میرا رنگ بھی مختلف تھا۔ مجھے وہ نیلا اور ارغوانی کا ملا جلا لگا۔ وہ مجھے دھواں کی صورت دکھائی دے رہا تھا۔ جو اوپر کی جانب اٹھ جاتا تھا۔ میں جس بندے کو بھی دیکھتا، وہ بھی دھوئیں کی مانند تھا۔ وہ دھواں بھی اوپر کی جانب اٹھ رہا تھا۔ اچانک وہ منظر ہٹ گیا۔ ایک معمول کی زندگی میرے سامنے تھی۔ اور پھر وہ منظر بھی ہٹ گیا۔ میں اپنے آپ میں آ گیا۔ دروازے میں گیت کھڑی حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو وہ بولی

"یہ کیا ہو رہا ہے، تم ایسے قالین پر کیا کر رہے ہو؟"

"میں بہت تھک گیا تھا، یہ جسم کو سکون دینے کی ایک مشق ہے، وہ کر رہا تھا۔" میں نے اس کی طرف دیکھ کر سکون سے کہا تو کچھ نہ سمجھتے ہوئے اندر آ گئی۔ میں اُٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ وہ مجھے ان سب کی کوششوں کے بارے میں بتاتی رہی اور میرا ذہن ان مناظر کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا، جو میں کچھ لمحے پہلے دیکھ چکا تھا۔ وہ سب کیا تھا، مجھے اس کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ میں نے ان مناظر کو سمجھنا کچھ دیر کے لئے موقوف کیا اور گیت کی بات سمجھنے لگا

"میں تمہیں سمجھی کہ اب میں اس جگہ پر اپنا پروڈکشن ہاؤس چلا پاؤں گی۔ وہ جگہ اب غیر محفوظ ہو گئی ہے۔" اس نے کہا

"تو کیا خیال ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا

"میں واپس کراچی چلی جاتی ہوں۔ وہیں پر کام کرتی ہوں۔" اس نے اپنا خیال بتایا

''تو اس کا مطلب ہے، باقی کچھ لوگ بھی تمہارے ساتھ جائیں گے۔'' میں نے پوچھا

''ظاہر ہے، مجھے ان کو اپنے ساتھ لے کر جانا ہے۔ ان کے بغیر تو کام نہیں چلے گا، لیکن سارے تو نہیں جائیں گے۔ ہاں جنید اور علی نواز کو تم اپنے پاس رکھ لو۔'' اس نے مشورہ دیا

''نہیں، تم انہیں بھی لے جاؤ۔ اپنا سیٹ اپ بنا لو۔ پھر اس کے بعد دیکھیں گے کیا ہوتا ہے، اس وقت پتہ نہیں کیا صورت حال ہو گی۔'' میں نے کہا

''میں نے اپنا سیٹ اپ دوبئی میں بنانا ہے۔ یہ سب تو نہیں جاسکیں گے نا وہاں پر۔'' وہ تیزی سے بولی

''لیکن تم دوبئی میں تو نہیں رہوں گی نا، کراچی تو آنا ہو گا، ان لوگوں کی تمہیں وہاں ضرورت ہو گی۔ اور پھر تم سب سے میرا رابطہ رہے گا۔ جب بھی اور جس کی مجھے ضرورت ہو گی، میں بلا لوں گا۔'' میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''دیکھ لیں، یہاں پر آپ کا کام چل جائے گا؟'' اس نے پوچھا تو مسکراتے ہوئے بولا

''کیوں نہیں، بلکہ میں اب کہوں گا کہ تم سب لوگ جاؤ، ممکن ہے میں بھی وہیں کراچی آجاؤں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں تیرے پیچھے پیچھے دوبئی چلا آؤں۔''

میری اس بات وہ مسکرا دی۔ پھر خوشگوار لہجے میں بولی

''چلیں، یہ تو اچھا ہو گا کہ تم وہاں آ جاؤ، کچھ دن سکون سے کٹ جائیں گے۔ پھر پوری پلاننگ کے ساتھ نیا کام شروع کریں گے۔''

''او کے، جیسا تم چاہو۔'' میں نے اطمینان سے کہہ دیا۔ میں اس سے مزید بحث نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے تھوڑی دیر گپ شپ کے بعد وہ جانے کو تیار ہو گئی۔

دوپہر تک وہ لوگ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہیں ایک نجی کمپنی کی فلائیٹ سے سیٹیں مل گئیں۔ وہ بھی تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ دارے نے ان سب کے لئے کھانا تیار کیا ہوا تھا۔ وہ سب نے مل کر کھایا اور پھر وہ سب نکل گئے۔

اس وقت دوپہر ڈھل چکی تھی۔ میں اور بانیتا کور لان میں کرسیوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ مجھے ان سب کے جانے پر ہلکا سا جدائی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں انہی کی باتیں یاد کرتے ہوئے اس بتا رہا تھا کہ کتنا اچھا وقت ان سب کے ساتھ گذرا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم اداس ہو رہے ہو۔'' بانیتا کور نے پرشوق نظروں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا

''ساتھ چاہے چند دن کا ہو، احساس تو ہوتا ہے نا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا

''جی، بتانا، مجھے اسی طرح یاد کیا تھا۔ جب تم پہلی بار امرتسر سے آئے تھے؟'' اس نے اسی طرح پرشوق نگاہوں سے میرے چہرے پر دیکھتے ہوئے پوچھا

"ہاں۔ایمانداری سے بتاؤں گا۔تم مجھے بہت عرصہ تک یاد آتی رہی ہو۔ تب تک ہم دوبارہ نہیں مل گئے۔" میں نے پوری سچائی سے بتایا تو اس کی آنکھیں تک مسکرا دیں۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی۔میرے سیل فون پر چوہدری اشفاق کے نمبر جگمگانے لگے۔میں نے کال رسیو کی تو وہ سکون سے بولا

"یار۔!کوئی نورنگر آنے کا ارادہ ہے؟"

"کیا ہوا،کوئی خاص کام؟" میں نے پوچھا

"خاص ہے بھی اور نہیں بھی۔وہ جو ملنگ اور جوگی رام لعل تم یہاں چھوڑ گئے تھے،وہ اب بھی یہیں ہیں۔میں نے ان میں تو کوئی خاص بات نہیں دیکھی،لیکن چند دنوں سے ان کے پاس کچھ لوگوں کا آنا جانا بڑھ گیا ہے۔وہ بندے مجھے مشکوک لگتے ہیں۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور دوسری ہلچل تو نہیں ہے علاقے میں؟" میں نے پوچھا

"نہیں،ابھی تک تو نہیں ہے۔لیکن میرا دماغ کہہ رہا ہے کہ ان لوگوں میں کوئی گڑبڑ ہے۔" اس نے الجھتے ہوئے کہا تو میں نے ایک دم سے فیصلہ کر لیا۔

"ٹھیک ہے،میں چکر لگاتا ہوں۔تم ان لوگوں کا ٹھکانہ معلوم کر کے رکھو۔دیکھ لیتے ہیں۔" میں نے اسے تسلی دی۔پھر کچھ ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد فون بند کر دیا۔فون رکھ کر میں نے بانیتا کور کو اس جوگی اور ملنگ کا قصہ سنانے لگا۔وہ بڑی دلچسپی سے سنتی رہی۔ پھر ایک دم سے بولی

"چل یار۔!اُدھر تیرے نورنگر ہی چلتے ہیں۔ایک دو دن ادھر گذار کے آتے ہیں۔تب تک کوئی بات سمجھ میں آجائے گی،اس باس کے حوالے سے۔" بانیتا کور نے یاد دلایا تو مجھے کچھ گھنٹے پہلے کا منظر یاد آگیا جو میں نے مراقبہ کی سی کیفیت میں دیکھا تھا۔ایک بار تو میرا دل کیا کہ میں وہ منظر بانیتا کور کے ساتھ شیئر کروں،پھر ایک دم سے ارادہ بدل دیا۔ جب مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تو پھر اس کے ساتھ دماغ ہی کھپانا ہے۔تبھی میں نے اٹھتے ہوئے کہا

"چل اٹھ پھر تیار ہو جا،چلیں۔"

میرے یوں کہنے پر وہ اٹھ گئی۔

میں نے اپنے ساتھ وارے کو بھی تیار کر لیا۔نجانے کب کا وہ نورنگر نہیں گیا تھا۔میں نے وارے کو چلنے کا کہہ دیا تو وہ دوسرے ملازم بھی مچل گئے،وہ میاں بیوی،کب کے یہاں آئے ہوئے تھے۔

"اچھا،پھر تم لوگ ایسا کرو۔ان دونوں بزرگوں کو بھی ساتھ لے لو،انہیں بھی اپنے ساتھ نورنگر لے جاؤ۔جتنے دن رہنا ہوگا،رہو۔ان بزرگوں کو چاہے حویلی میں چھوڑ دینا۔ایک ہفتہ تک تم لوگ خوب گھوم پھر لو۔ٹھیک ہے۔" میں نے کہا تو سبھی خوش ہو گئے۔میں نے سوچا کہ ایک دو دن نورنگر رہ آؤں گا پھر اماں کے ساتھ وقت گذاروں گا۔بانیتا کور بھی ساتھ آجائے گی۔

"ٹھیک ہے، ہم پھر وہ فور وہیل گاڑی لے جاتے ہیں۔" دارے نے تیزی سے اجازت چاہی۔

"چل لے جا۔ ہم آ جائیں گے۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

جب میں تیار ہو کر واپس آیا تو بانیتا کور بالکل بدلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے شلوار سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اور بالکل کوئی پنجاب کی مٹیار دکھائی دے رہی تھی

"یہ کپڑے کہاں سے لئے؟"

"میں نے اور گیت نے خریدے تھے۔ باقی میں نے کافی کپڑے رکھ لئے ہیں۔ کیسی لگ رہی ہوں؟" اس نے میری طرف دیکھ کر مصنوعی شرماہٹ سے کہا تو میری ہنسی نکل گئی۔

"اچھا چلو، نکلو، مجھے چوہدری اشفاق کے لئے کچھ چیزیں بھی خریدنی ہیں۔" میں نے کہا تو اس نے قریب پڑے بیگ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا

"وہ دیکھو۔ میں تیار ہوں، چلو۔" اس نے کہا تو میں نکل پڑا۔ میرا رخ مارکیٹ کی طرف تھا۔

"کیا خریدنا ہے اس کے لئے؟" بانیتا کور نے یونہی پوچھ لیا تو میں نے ہنستے ہوئے بتایا

"پچھلی بار جب میں نور نگر گیا تھا تو چوہدری اشفاق نے بڑے مان سے ایک بات کی تھی۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا

"کہنے لگا کہ چھاکے نے مجھے چوہدری اشفاق تو بنا دیا ہے۔ اب میرا رکھ رکھاؤ بھی ایسا ہونا چاہئے۔ اب آؤ تو شہر سے کپڑے، پرفیوم، اور وہ ساری چیزیں لے کر آنا جس سے بندے کی ٹہور ٹہور بنے۔ بس اس کی ٹہور ٹہور کا سامان لینا ہے۔" یہ کہتے ہوئے میں ہنس دیا۔ تو وہ بھی کھلکھلا کر ہنس دی۔

"یار یہ تعلق، یہ رشتے یہ ناطے، جن پر مان ہوتا ہے، جنہیں ہم اپنا کہہ سکتے ہیں، ان کے لئے کچھ کرتے وقت کتنا اچھا لگتا ہے۔" وہ بڑی ادا سے بولی

"ہاں ایسا ہی ہے۔" میں نے کہا تو ہم ایسے ہی باتیں کرتے ہوئے مارکیٹ جا پہنچے۔

تقریباً دو گھنٹے تک یونہی جو سمجھ میں آیا اس کے لئے خریدتے رہے۔ ہمیں شاپنگ کرتے ہوئے کوئی دیکھتا تو بلاشبہ ہمیں اناڑی کہتا۔ اسی دوران گیت کا فون آ گیا کہ وہ لوگ کراچی پہنچ چکے ہیں۔ ابھی ائیر پورٹ سے نکل رہے ہیں۔ ہم شاپنگ بیگز سے لدے واپس گاڑی تک آئے۔ میں نے اپنا سامان بانیتا کور کے دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے سامان کے اوپر رکھ دیا اور چابی نکال کر دروازہ کھولا۔ بانیتا کور نے وہ سارا سامان جلدی سے پچھلی سیٹ پر رکھا، جو رکھتے ہی بکھر گیا۔ سب سے اوپر کچھ پرفیوم کی بوتلیں تھیں۔ وہ جو گری تو ان میں سے دو ٹوٹ گئیں۔ کار میں تیز مہک پھیل گئی۔

"اوہ۔ اب کیا ہوا یار۔" وہ جھنجلاتے ہوئے بولی

"کچھ نہیں ہوا، پرفیوم ضائع ہو گیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ پلٹتے ہوئے بولی

"میں نئے لیکر آتی ہوں، بس ایک منٹ ٹھہرو۔"

"چلو آجاؤ، کچھ اور بھی ہیں۔" میں نے کہا تو میری بات سنی ان سنی کرتی ہوئی دوکان میں گھس گئی۔ میں نے وہ دونوں بوتلیں اٹھائیں تا کہ انہیں باہر پھینک دوں اور ان کی تیز مہک سے نجات ملے۔ میں نے جیسے ہی وہ ٹوٹی ہوئی بوتلیں اٹھائیں، ان میں پڑا ہوا پرفیوم میری کپڑوں پر گر گیا۔ میں نے وہ بوتلیں باہر پھینک دیں اور ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا۔ میں نے دروازے کھول دیئے تا کہ وہ مہک ختم ہو جائے۔ پانچ منٹ کے دوران بانیتا کور پلٹ آئی۔ اس نے دو کی بجائے چار بوتلیں خریدی تھیں، وہ اسے ڈیش بورڈ پر رکھ دیں اور ہم چل پڑے۔

"ہم جدھر سے گزرتے گئے، ادھر سے خوشبو بکھرتی چلی جائے گی۔" بانیتا کور نے کہا اور بچوں کی طرح ہنس دی۔ جبکہ مجھے وہ مہک اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

اس وقت ہم شہر ہی میں تھے۔ سورج غروب ہو گیا تھا۔ تبھی مجھے خیال آیا تو میں نے کہا

"یار کھانا نہ کھالیں۔ یہاں سے نور نگر کا فاصلہ چار اور پانچ گھنٹوں کا ہے۔"

"کچھ نہیں ہوتا، راستے میں کچھ دیکھ لیں گے یا وہیں چل کر کھائیں گے۔"

اس نے کہا تو میں نے پوری توجہ ڈرائیونگ پر لگا دی۔ تقریباً دو گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد میں پیٹرول لینے کے لئے ایک فلنگ اسٹیشن پر رکا۔ وہیں ایک ہوٹل بھی تھا۔ اسے دیکھتے ہی بانیتا کور نے کہا

"ارے یہاں تو ڈھابہ بھی ہے، یہیں سے کچھ کھا پی نا لیں؟"

"یہاں سے کھا لیتے ہیں۔" میں نے کہا تو وہ اتر گئی۔ میں نے پیٹرول لیا اور ایک جانب کار پارک کر کے اس کے پاس جا بیٹھا۔ وہاں رش خاصا کم تھا۔ شاید رات کا پہلا پہر تھا۔ اس لئے ٹرک اور دوسری گاڑیاں نہیں رک رہی تھیں۔ ہم نے بڑے سکون سے کھانا کھایا۔ اس وقت چائے پیتے ہوئے بانیتا کور خاموش تھی کہ میرا سیل فون بج اٹھا۔ میں نے اسکرین پر نگاہ کی۔ اسی پاس کا فون تھا۔ میں کال رسیو کرلی۔

"ہیلو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا

"کہاں ہو؟" اس نے حیرت سے پوچھا تو مجھے اچانک اس کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی کہ اس کا تو یہ دعویٰ تھا کہ وہ ہر وقت میرے قریب ہے، یہ اب کیوں پوچھ رہا ہے۔ میں نے ایک لمحہ میں سوچا اور جواب دیا

"اپنے گھر میں ہوں۔"

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔" اس نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ میں نے پوری طرح یہ احساس کر لیا کہ اس کے لہجے میں وہ پہلے والی خوشگواریت نہیں تھی۔

"تم یقین نہیں کرنا چاہتے تو نہ سہی۔" میں نے گول مول جواب دیا

"میں اس لئے یقین نہیں کر سکتا کہ ابھی چند منٹ پہلے میرے لوگوں نے تمہارے ٹاؤن والے گھر کو لانچروں سے اڑا دیا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ تم وہاں ہو اور بچ گئے ہو۔" وہ تیزی سے بولا تو میں نے مزید اسے تپاتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے تم نے بموں سے گھر کو اڑا دیا ہوگا۔لیکن میں تو گھر میں ہوں۔اور تم سے بات کر رہا ہوں۔اور پھر میرے مرنے کی خبر مجھے سنا رہے ہو، حیرت ہے۔ابھی تو ہم کافی لمبی اننگز کھیلنی تھی۔اپنے وعدے سے بھی مکر گئے ہو۔مجھے مار کر۔" نہ چاہتے ہوئے بھی میرے لہجے میں طنز آ گیا تھا۔

"تم اپنے گھر میں نہیں ہو۔" اس نے غصے میں کہا تو اس کے لہجے میں بے بسی صاف سمجھ میں آ رہی تھی۔

"میں اپنے گھر میں ہوں۔اگر تم میں ہمت ہے تو میرے سامنے آ جاؤ۔اور پھر تمہارا دعویٰ کدھر گیا کہ تم ہر وقت مجھ تک پہنچ سکتے ہو، میرے قریب ہو اور......" میں نے اسے مزید غصہ دلاتے ہوئے کہا تو اس نے فون بند کر دیا۔ بانیتا کو میری باتوں سے اندازہ لگا چکی تھی کہ فون کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ میں نے انتہائی اختصار سے اسے بتایا تو وہ بولی

"پہلے پتہ تو کرلو، گھر کا؟"

ارد گرد کے کسی بندے کا فون میرے پاس نہیں تھا۔میرے پاس اس سیکورٹی گارڈ کا نمبر بھی نہیں تھا۔وہ دارے کے پاس تھا۔ میں نے دارے کو فون کرنے کا سوچا ہی تھا کہ اس کا فون آ گیا۔

"او جمال، جس گھر سے ہم آئے ہیں، کسی نے وہاں راکٹ لانچر اور بم مار کر پورے گھر کو اڑا دیا ہے۔"

"تمہیں کس نے بتایا؟" میں نے پوچھا

"اپنے پولیس والوں نے۔" اس نے تیزی سے بتایا

"سیکورٹی گارڈ کہاں تھا؟ وہ وہاں پر اس لئے کھڑا رہا کہ لوگ آئیں اور بم مار کر چلے جائیں؟" میں نے پوچھا

"میں نے بھی پوچھا تھا پولیس والوں سے، انہوں نے بتایا کہ وہ شدید زخمی ہے اور ہسپتال میں پہنچا دیا گیا ہے، انہوں نے آتے ہی اسے گولیاں ماری تھیں۔" اس نے تیزی سے بتایا

"تم کہاں پر ہو؟ اور پولیس والوں کو اپنے بارے میں کیا بتایا ہے؟" میں نے پوچھا

"میں ابھی نور نگر پہنچا ہی ہوں اور انہیں بھی یہی بتایا ہے۔" اس نے بتایا

"ٹھیک ہے میں کرتا ہوں کچھ۔" میں نے کہا اور چند لمحے سوچ کر طارق نذیر کو فون کر دیا۔اسے ساری صورتحال بتا کر کہا۔" اسے دیکھ لینا، اب ہم نے وہاں واپس نہیں جانا، سیکورٹی گارڈ کو ہر ممکن خیال کرنا۔"

"آپ بے فکر ہو جائیں۔میں سب سنبھال لوں گا۔" اس نے کہا تو مجھے خیال آیا۔

''اور ہاں۔اُوہ منیجر کے بیٹے بارے کچھ پتہ چلا؟''

'' آپ نے درست ٹریک دیا تھا۔مجھے تھوڑا پتہ چلا ہے، تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔'' اس نے تیزی سے کہا

''اوکے۔''میں نے کہا اور فون رکھ دیا۔ہم نے کپ وہیں رکھے۔بل دیا اور کار میں آبیٹھے۔

میرے سامنے سوالیہ نشان تھا۔اس باس کا دعویٰ بالکل غلط تھا کہ وہ میرے قریب ہے۔اصل میں وہ مجھ تک نہیں پہنچ پاتا تھا صرف اپنی ذہانت سے مجھے چکر دینے کی کوشش کرتا تھا۔اور اگر وہ درست تھا تو اس بار وہ دھوکا کیسے کھا گیا؟میں اور بانیتا اسی بارے باتیں کرتے ہوئے سفر کرتے چلے گئے۔یہ معمہ حل نہ ہوا۔یہاں تک کہ نور نگر آ گیا۔

ہم نور نگر پہنچ گئے۔تمام راستے میرا طارق سے رابطہ رہا۔وہ مجھے وہاں کے بارے میں بتاتا رہا۔بانیتا کور پہلی بار یہاں آئی تھی۔ جیسے ہی ہم حویلی کے گیٹ پر آئے، چوہدری اشفاق سامنے آگیا۔گیٹ کھل گیا۔ میں نے جب تک کار پورچ میں روکی تب تک چوہدری اشفاق ہمارے قریب آگیا۔

''جی آیاں نوں بانیتا۔'' اس نے پورے خلوص سے کہا

''بہت مہربانی چوہدری اشفاق،لو میں تمہارے لئے کچھ لائی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کار سے شاپنگ بیگ نکالنے لگی۔تبھی چوہدری اشفاق نے پوچھا

''یار اتنا تیز پرفیوم،تو نے پہلے کبھی نہیں لگایا تھا،یہ کیوں؟''

''یہ تیرے لئے لائی ہوئی ایک پرفیوم کی شیشی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ مجھ پر گر گئی۔ابھی کپڑے بدلتا ہوں۔یہ مہک چلی جائے گی۔''میں نے کہا اور اندر کی جانب بڑھا۔

تبھی میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی، اب یہاں نہ ماں تھی اور نہ سوہنی۔مجھے یوں لگا جیسے ساری حویلی ہی ویران ہو۔میں چلتے ہوئے ڈرائینگ روم میں جا بیٹھا پیچھے ہی وہ دونوں آگئے۔حویلی کے ملازمین کو پتہ چل گیا تھا کہ میں آگیا ہوں۔وہ آنے لگے۔ چوہدری اشفاق نے کھانا لگانے کا کہا تو بانیتا کور نے بتایا کہ ہم ایک ڈھابہ ہوٹل سے کھا آئے ہیں، چائے وغیرہ پی جا سکتی ہے۔وہ ابھی باتوں میں معروف تھے کہ باس کی کال آگئی۔

''تمہاری قسمت اچھی ہے کہ تم بچ گئے ہو،ورنہ آج تمہارا کام ختم ہو جانے والا تھا۔''اس نے غصے اور مایوسی ملے لہجے میں یوں کہا جیسے اسے بری شکست ہو چکی ہو۔

''دیکھو،تم جو کوئی بھی ہو،اپنی بات پر قائم رہنے والے نہیں ہو۔ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو کافی بے غیرت قسم کے ہوں۔چھپ کر وار کرنے والا بے غیرت ہی تو ہوتا ہے،جس کے باپ کا کوئی پتہ نہیں ہوتا،لہٰذا،اگر مجھ سے دشمنی لینی ہی ہے تو مردانگی دکھاؤ،ہیجڑوں سے میں نہیں لڑتا۔''میں نے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم مجھے ایسے اشتعال نہیں دلا سکتے ہو، میں چاہوں تو ابھی تمہیں ختم کر سکتا ہوں، لیکن میں تم سے کھیل......" اس نے کہنا چاہا تو میں نے اس کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا

" بکواس بند کرو، اور اگر ہمت ہے تو میں لاہور کے مال روڈ پر، ایک ریسٹوران میں بیٹھا ہوا ہوں۔ میں دیکھ ہی لوں تمہیں۔ ایک گھنٹے تک تمہیں مہلت دیتا ہوں۔ مجھے تلاش کر لو، میرا وعدہ ہے میں خود کو تیرے حوالے کر دوں گا اور نہ تلاش کر سکے، تو تم اپنی شکست مانتے ہوئے خود اپنے آپ کو میرے حوالے کر دینا، کیسا ہے یہ کھیل؟ آؤ، اب میں تمہارے ساتھ کھیلتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو، تم زیادہ دیر تک میری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتے ہو۔" اس نے انتہائی غصے میں کہا تو میں چونک گیا۔ کیا اس وقت میں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوں؟ جیسے ہی مجھے یہ خیال آیا تو میں چونک گیا۔

"اب بھاگو مت، آؤ، مجھے پکڑو، تمہیں تو معلوم ہونا چاہئے کہ میں کس جگہ پر ہوں؟" میں نے کہا تو وہ خاموش رہا جب میں بولا: "حملہ کر کے بھاگ جانے والوں کے باپ کا پتہ نہیں ہوتا، دنیا میں دو طرح کے لوگ ہیں، بے غیرت اور منافق، اور یہ اپنے باپ کے نہیں ہوتے۔ ہار جانے کا اعلان کرو، اور اپنا آپ میرے حوالے کرو، یا پھر مجھے آ کر پکڑ لو، مزاحمت نہیں کروں گا۔ کہو منظور ہے؟"

اس نے جواب نہیں دیا اور فون بند کر دیا۔ مجھے تھوڑا بہت سمجھ آنے لگی تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔ میں نے اپنے ایک خاص دوست کو فون کیا اور اسے سمجھاتے ہوئے اس ریسٹوران کے بارے میں بتایا۔ اور اسے سمجھا دیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ میں بعد رابطہ کروں گا۔

☆......☆......☆

دوپہر کے بعد ہی کا وقت تھا جب نوتن کور اور جسپال کھیتوں کی طرف نکل گئے تھے۔ سامنے سرسبز و شاداب فصلیں لہلہا رہی تھیں۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ صاف اور شفاف ہوا، جسے سینے میں اتارتے ہوئے بھی سکون ملتا تھا۔ اصل میں وہ اسی لڑکی کے بارے میں بات کرنا چاہتے تھے۔

"نوتن کور مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ جرم کس نے کیا ہے؟" اس نے بات بڑھائی

"جہاں تک میں نے اب تک سنی ہوئی بات پر تجزیہ کیا ہے وہ یہی ہے کہ وہ فقط لڑکی ہی اغوا کرنے آئے تھے۔ درمیان میں بھائی آیا تو وہ قتل ہو گیا۔ اگر ہم دونوں جرائم کو ساتھ ملا کر سوچیں گے تو کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ صرف لڑکی کے اغوا کو سامنے رکھیں گے تو کوئی سراغ ہاتھ لگنے کا امکان ہو سکتا ہے۔" نوتن نے انتہائی سنجیدگی سے اپنی رائے دی تو اس نے پوچھا

"تمہاری اس رائے دینے کی وجہ یا بنیاد کیا ہے؟"

"کیونکہ اغوا ایک سنگین جرم تو ہے ہی، اس پر قتل ہو جانا سنگین تر ہو گیا۔ اب مجرموں کے لئے اغوا کا معاملہ بہت چھوٹا ہو گیا۔ وہ اصل میں قتل کو چھپائیں گے۔ ممکن ہے کہ وہ لڑکی کو بھی......" یہ کہتے کہتے وہ رک گئی۔ پھر دکھی لہجے میں بولی، "سوان وجوہات پر نگاہ رکھی جائے، جن کی وجہ سے وہ لڑکی اغوا ہو سکتی ہے یا ہوئی ہے، قاتل خود بخود واضح ہو جائیں گے۔" اس نے اپنی بات کہہ دی۔

"تو پھر ابتدا کہاں سے کریں؟" جسپال نے پوچھا

"دو جگہیں ہیں، ایک تھانہ اور دوسرا اسی لڑکی کی کوئی سہیلی، ان سے بات آگے بڑھے گی۔"

"جہاں تک تھانے کا معاملہ ہے اگر انسپکٹر نے بات چھپانا چاہی تو وہ کبھی بھی ہمیں اصل بات نہیں بتائے گا۔اور اگر......"

جسپال نے کہنا چاہا تو نوتن بولی

"پریشان مت ہو، ابھی کچھ دیر میں پتہ چل جائے گا۔ میں نے گرلین کور سے کہا ہے۔ وہ اسی انسپکٹر کے سیل فون کو ٹریس کر رہی ہے۔ان دو دنوں میں اس کا جس سے سب سے زیادہ رابطہ ہوا ہے، وہ سامنے آ جائے گا، اسے دیکھ لیتے ہیں۔"

"اور وہ سہیلی والا معاملہ؟" جسپال نے پوچھا

"وہ دوسرا آپشن ہے، وہ میں اور ہرپریت دیکھ لیں گے۔" اس نے سکون سے کہا اور دور کہیں دیکھنے لگی۔

"میں کروں اس سے بات؟" جسپال نے بے تابی سے کہا

"کر لو، مگر وہ ذمہ دار لڑکی ہے، اپنا کام کر رہی ہوگی، مطمئن ہو کر ہی فون کرے گی۔" نوتن نے کہا

"ویسے یہ سلمان نے ہمیں جو سیل فون دے دیے ہیں نا، یہ بھی کمال کی چیز ہے، کہیں ٹریس نہیں ہوتا۔ ورنہ ہم ابھی تک پکڑے گئے ہوتے۔" جسپال نے ہنستے ہوئے کہا

"ہیں تو سہی، لیکن کب تک، میں سوچ رہی تھی جس دن اس سے بھی بڑھ کر کوئی ٹیکنالوجی آ گئی، یا سوفٹ ویئر مارکیٹ میں آ گیا، تب کیا ہوگا، ہمیں شاید پتہ بھی نہ چلے۔" نوتن کور نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور یونہی باتیں تھوڑے سے فاصلے پر موجود ٹیوب ویل کی جانب بڑھ گئی۔ جسپال بھی اس کے ساتھ چل دیا۔

انہیں وہاں کھڑے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ گرلین کور کا فون آ گیا۔ اس نے بات کی تو اس نے فون جسپال کی جانب بڑھا دیا۔ جسپال نے فون پکڑا اور کان سے لگاتے ہوئے کہا

"ہاں گرلین کور۔ کیا بنا پھر؟"

"جسپال ویرے ایک ہی نمبر ہے، وہ بھی نکودر سے ہے۔ ان پر باتیں ہوئیں ہیں۔ اس بارے جتنی بھی تفصیلات مجھے ملی ہیں، وہ میں نے میل کر دی ہیں۔ وہ دیکھ لیں، اگر وہ آپ کے کام کی ہوئیں تو۔" وہ چہکی

"ہم دیکھ لیتے ہیں، پھر بات کرتے ہیں۔" جسپال نے کہا اور چند الوداعی باتوں کے بعد فون بند کر دیا۔ بات کرنے کے بعد وہ کھیتوں میں نہ ٹھہر سکے فوراً ہی واپس گھر پلٹ آئے۔ اس نے راستے ہی میں ہرپریت سے کہہ دیا تھا کہ لیپ ٹاپ کھول لے۔ دس منٹ میں جب وہ ڈرائنگ روم میں آئے تو وہ لیپ ٹاپ کھولے بیٹھی تھی۔ جسپال نے اپنا ای میل بکس کھولا اور گرلین کی میل دیکھی۔ اس میں دیے گئے نمبر کے آگے کچھ ریکارڈ لکھا ہوا تھا۔ کس وقت کتنی دیر کی کال ہوئی، یہ بھی درج تھا۔

"وہ لڑکی کتنے بجے اغوا ہوئی تھی؟" نوتن نے پوچھا تو ہر پریت تیزی سے بولی

" یہی کوئی رات کے دو بجے ہوں گے، یہی وقت بتایا تھا انہوں نے۔"

اور یہ دیکھو جسپال۔" نوتن نے ایک وقت کے دورانیے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا" یہ ایک گھنٹے بعد کال ہوئی ہے، اور پھر مسلسل صبح تک وقفے وقفے سے کال ہوتی رہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ گجندر سنگھ کون ہے؟ یہ ساتھ میں اس کا پتہ بھی ہے۔"

" نام تو سنا سنا سا لگ رہا ہے۔" ہر پریت نے کہا پھر ایک دم چونک کر بولی،" ارے یہ وہی تو نہیں ہماری مخالف پارٹی کا سیاست دان۔ میرا خیال ہے یہ الیکشن بھی لڑ رہا ہے؟"

"اگر وہی ہے تو، بہت مشکل درپیش ہو سکتی ہے۔" نوتن کور نے مایوسی سے کہا اور اٹھ کر دوسرے صوفے پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"کیا مشکل ہو گی؟" جسپال نے پوچھا

"اب اس میں پارٹیاں آ جائیں گی، جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں رہے گی، میں کہتی ہوں کہ یہ نہ ہو۔" وہ پھر مایوسانہ لہجے میں بولی

"اچھا دیکھتے ہیں۔" جسپال نے کہا اور انوجیت کا فون ملانے لگا، کچھ ہی دیر بعد مل گیا تو اس نے اسپیکر آن کرتے ہوئے پوچھا

"کہاں ہو؟"

"میں ادھر ہوں میلان پور میں، ادھر ایک جلسہ ہے اور کچھ لوگوں سے ملنا بھی ہے۔" اس نے تفصیل بتا دی

"مجھے یہ بتاؤ نکودر میں گجندر سنگھ کون ہے؟" جسپال نے پوچھا

"وہی، جو ہمارے مخالف الیکشن لڑنے کی تیاری کر رہا ہے، وہ ہماری تیسری بڑی مخالف پارٹی ہے۔ اگر ہم نہ ہوں تو وہ الیکشن جیت سکتا ہے۔"

"کیسا بندہ ہے وہ؟" اس نے پوچھا

"اچھا نہیں ہے، جرائم پیشہ ہے، لوگ اس کے شر سے اس کی عزت کرتے ہیں، کیوں کیا ہوا؟" انوجیت نے پوچھا تو اس نے کہا

"مجھے شک ہے کہ وہ اغوا ہونے والی لڑکی، اس ہی کی کارستانی ہے۔"

"ممکن ہے، لیکن اسے ثابت کرنا، اور ثابت ہو جانے پر لڑکی کا برآمد کرنا بہت ہی مشکل ہے، یوں کہہ لیں شیر کے منہ سے نوالا کھینچنا، کیونکہ وہ ایک قتل بھی اس کے ساتھ کروا چکا ہے۔ اگر یہ سب ہو بھی جائے تو وہ کون سا اس نے کیا ہو گا۔ ایسے....." اس نے مزید کہنا چاہا تو جسپال نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا

"میں دیکھ لوں گا، تم اپنا کام جاری رکھو۔" یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ پھر ہر پریت کی طرف دیکھ کر بولا،" جوتی سے کہو، چائے ہی پلا دے۔"

"میں کہتی ہوں۔" ہر پریت نے کہا اور اٹھ گئی۔

وہ چند قدم دور گئی ہوگی کہ نوتن نے جسپال کی طرف دیکھ کر پوچھا

"کیا ہرپریت کور کو اپنے گروپ کے بارے میں نہیں پتہ ......؟"

"نہیں، اور اس بارے ابھی اسے بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے، راز جس قدر اپنے درمیان میں رہے اتنا ہی اچھا ہے۔ میں اسی لئے محتاط تھا۔" جسپال نے اسے سمجھایا

"تو پھر تمہیں کسی طور بھی بات کرنے کی ضرورت نہیں، میں دیکھ لیتی ہوں سب۔ شام تک اس بارے پتہ چل جائے گا کہ وہ لڑکی اس گجندر کے پاس ہے کہ نہیں۔" نوتن نے حوصلہ افزاء لہجے میں کہا

"کیا کرو گی، انہیں بتاؤ گی۔ کیا وہ سب اتنی جلدی آجائیں گے؟" جسپال نے پوچھا

"اوئے میں نے اسی وقت ان سب کو بتا دیا تھا، جب یہاں میں نے یہ بات سنی تھی۔ دراصل رات میری بلدیو سنگھ سے بات ہوئی تھی۔ بچن کور تو بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔"

"بچن کور، وہ کیوں...... مطلب؟" میں نے پوچھا

"یہ تو ان کے پاس جا کر پتہ چلے گا نا۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو رکی، پھر کہتی چلی گئی: "میں نے انوجیت کے الیکشن بارے بلدیو سنگھ بتایا تو وہ بہت زیادہ پرجوش ہو گیا تھا۔ اس نے کہا کہ اچھا ہے، ہمارا کوئی بندہ تو ہوگا پارلیمنٹ میں۔ وہ بھی پلان کر رہا تھا کہ اسے جتوانا کیسے ہے۔ اسی لئے وہ آج دوپہر سے پہلے ہی لکھودر میں آ گئے ہوئے ہیں۔ ابھی میں انہی کے پاس چلی جاؤں گی۔ میرے خیال میں اب تک وہ کوئی نہ کوئی کام تو کر ہی چکے ہوں گے۔" نوتن نے بتایا تو جسپال نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا

"وہ کیا کریں گے یہاں؟"

"تجھے یہاں بھارت میں الیکشن اور سیاست دانوں کا نہیں پتہ۔ یہاں جمہوریت کم اور ڈرامے بازی زیادہ ہے۔ ساری پارلیمنٹ کو دیکھ لو، اس میں کتنے لوگ ہیں جو صاف ستھرے ہوں گے، ان میں زیادہ تر لوگ اپنے اپنے علاقے کے غنڈے اور بدمعاش ہیں۔ جرائم پیشہ ہیں، اپنے کالے دھندوں کو تحفظ دینے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے الیکشن جیتنا اور ہر حال میں جیتنا زندگی اور موت سے بڑھ کر کھیل ہوتا ہے۔ جس طرح انوجیت نے بتایا ہے کہ گجندر کون ہے؟ اس سے لگتا نہیں کہ وہ کیسا بندہ ہوگا۔ اور تمہارا دوسرا مخالف بندہ، ان سیاست دانوں میں کتنے ایسے ہیں، جو صاف ستھرے ہیں۔ سو یہاں الیکشن جیتا تو ووٹوں سے جاتا ہے لیکن وہ ووٹ حاصل کیسے کئے جاتے ہیں، یہ ایک آرٹ ہے، ہنر ہے میری جان، جسے ابھی تم نہیں سمجھ سکتے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ آخری لفظ ہرپریت نے سن لئے تھے۔ اس لئے بیٹھتے ہوئے بولی

"ٹھیک کہہ رہی ہے نوتن، یہاں الیکشن جیتنا ایک آرٹ ہی ہے۔ بہت ظلم ہوتا ہے لوگوں کے ساتھ۔ ان کی امیدوں کے ساتھ کھیلتے ہیں یہ لوگ۔"

''اچھا چلو یہ ختم کرو، اب یہ سوچو، کیا کرنا ہے۔ نوتن تمہارا کیا پروگرام ہے؟'' جسپال نے جان بوجھ کر پوچھا

''میں تو ابھی واپس جالندھر جاؤں گی وہاں کچھ کام ہیں، کل اگر وقت ملا تو آؤں گی، آخر ہم بھی تو ملازم ہیں رتن دیپ سنگھ جی کے۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی

''یار نوتن، ابھی تو اتنا کام نہیں، لیکن الیکشن کے دنوں میں تو کام بہت بڑھ جائے گا۔ تم وہ چند دن ہمارے ساتھ آ جاؤ۔'' ہرپریت نے اس سے کہا

''میں رتن دیپ سنگھ سے اجازت لے کر آ جاؤں گی۔ مجھے امید ہے کہ.....'' اس نے کہنا چاہا تو ہرپریت تیزی سے بولی

''تم نوکری چھوڑ دینا، انوجیت اگر ممبر بن گیا تو بہت کام ہوگا، وہ تمہیں سنبھال لینا۔''

''دیکھیں گے۔ فی الحال تو میں چائے پی کر نکل رہی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ ہنس دی۔

چائے پینے کے بعد نوتن کو اپنی کار میں نکل گئی اور ہرپریت کچن کی جانب بڑھ گئی۔ ایسے میں جسپال نے صوفے پر بیٹھ کر بلدیو سنگھ کو فون ملایا۔ حال احوال کے بعد اس نے کہا

''نوتن نے مجھے ساری بات بتا دی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ کام اسی گجندر سنگھ ہی کا ہے۔ اسی کی ایک کڑی مجھے ملی ہے۔''

''وہ کیا؟'' جسپال نے تیزی سے پوچھا

''میرے ایک بندے نے بتایا ہے کہ وہ لڑکا، جس کے ساتھ لڑکی کی بات طے ہو رہی تھی، وہ گجندر سنگھ کے ہاں کام کر رہا ہے۔ اس کا ذاتی ملازم ہے۔'' بلدیو نے پرسکون لہجے میں کہا

'' کہیں یہ کام......'' جسپال نے یہ کہنا چاہا تھا کہ بلدیو نے اسے روکتے ہوئے کہا

''وجہ کچھ بھی رہی ہو، یہ ایک کڑی ملی ہے، رستہ ہے، ممکن ہے، اسی لڑکے نے گجندر سنگھ سے کہہ کر پولیس آفیسر سے سفارش کروائی ہو۔ لیکن ایک بات طے ہے، اتنی رات کو، اتنی جلدی یہ ہوتا نہیں۔ خیر، تم پتہ کراؤ، کہ لڑکے اور لڑکی والوں کے درمیان کوا ختلافی بات تو نہیں چل رہی تھی۔''

'' تھا، یہی جہیز کم زیادہ کا چکر تھا۔ تم ایسے کرو، سیدھا اسی لڑکے کو......'' جسپال نے غصے میں کہا

''نہیں، پھر بھی تم پتہ کرو، کوئی بڑا معاملہ تو نہیں چل رہا تھا۔'' بلدیو نے ٹھنڈے لہجے میں کہا

''اوکے۔'' جسپال نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس نے یہ سوچ لیا تھا کہ وہ ہرپریت کے ذمے لگائے گا۔ وہی کسی بات کا پتہ لگا پائے گی اگر کوئی ہوئی تو۔ اس نے کچن میں جا کر ہرپریت کو سمجھایا اور اوپر چھت پر جا پہنچا۔

اس نے وہاں جاتے ہی خود کو پرسکون کرنا چاہا۔ وہ بہت حد تک سمجھ گیا تھا کہ یہ کیا ہو سکتا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ خود کو دور جائے اور صبح ہونے سے پہلے لڑکی کو واپس لے آئے۔ وہ چھت پر کھڑا ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھ رہا تھا کہ بلدیو سنگھ کا فون آ گیا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں جسپال، ابھی نوتن کور نے مجھے بتایا ہے۔ تم جاؤ، لوگوں میں گھلو ملو، دس بجے تک تم نے وہیں رہنا ہے، باقی میں دیکھ لیتا ہوں۔ مجھے سمجھ آگئی ہے میں نے کیا کرنا ہے۔"

"کوئی کسی قسم کی مدد؟" جسپال نے پوچھا

"ہوگی تو بتا دوں گا۔ یہ کنفرم ہو گیا ہے کہ وہ لڑکی انہی کے پاس ہے۔ اسے وہیں کہیں رکھا ہوا ہے۔ مل جائے گی۔ میں پھر فون کرتا ہوں۔" بلدیو سنگھ نے کہا تو وہ بہت حد تک پرسکون ہو گیا۔ وہ تیزی سے نیچے آیا۔ ہرپریت ابھی نکلی نہیں تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ چل دیا۔ اب وہ مختلف لوگوں کے گھروں میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یہ بات اس نے ہرپریت کو سمجھا دی۔ لیکن اس معاملے کی ہوا بھی نہیں لگنے دی کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اس وقت کی آوارہ گردی کیوں ضروری ہے؟

وہ دونوں ہی مختلف گھروں میں جاتے رہے۔ ان کے پاس انوجیت کے لئے ووٹ مانگنا کا، ایک معقول بہانہ تھا۔ ہر جگہ سے یہی کہا گیا کہ وہ لوگ ووٹ انہی کو دیں گے۔ جسپال اور ہرپریت دونوں ہی مجبور رہے تھے کہ ووٹر بڑا سیانا ہو گیا ہے۔ کوئی ایک فیصد لوگ ہی انکار کرتے ہیں، اور وہ لوگ نظریاتی قسم کے ہوتے ہیں جو بہت کٹر قسم کے ہوں۔ ورنہ کوئی بھی نہیں کہتا۔ جسپال نے وقت گذارنا تھا۔ وہ گذار لیا۔ دس بج گئے تھے۔ اسے بلدیو سنگھ کے فون کا انتظار تھا۔

اس وقت وہ ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، جب بلدیو کا فون آگیا۔ وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اس دوران وہ اس سے عام سی باتیں کرتا رہا۔ جیسے ہی وہ اکیلا ہوا تو بولا

"اب بتاؤ، کیا بنا؟"

"تم نے کبھی کہانی سنی ہے کہ کسی جن کی کسی طوطے میں جان ہوتی ہے۔"

"ہاں سنی ہے؟" اس نے الجھتے ہوئے جواب دیا

"تو بس پھر، وہ طوطا ہمارے پاس ہے۔ صبح تک سارے معاملات حل ہو جائیں گے۔" اس نے کہا

"اوکے، پھر صبح ہی دیکھیں گے۔" جسپال نے جواب دیا تو بلدیو سنگھ نے فون بند کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ ہرپریت کے ساتھ واپس گھر آگیا۔

انہیں گھر آئے کچھ ہی وقت گذرا ہوگا۔ کہ اوگی پنڈ سے کچھ لوگ ان کے ہاں آگئے۔ وہ لوگ ان کے ساتھ تھے، جن کی لڑکی اغوا ہوئی تھی اور ان کا بیٹا قتل ہو گیا تھا۔ وہ بھی باہر لان میں بٹھا دیئے گئے۔ وہ ابھی بیٹھے ہی رہے تھے کہ جسپال کے ساتھ ہرپریت بھی ان کے پاس آ بیٹھے۔ تبھی ان میں سے ایک بزرگ نے بات کی۔

"جسپال پتر۔ اہم سب تیرے پاس آئے ہیں تاکہ تو ہماری مدد کرے۔ ہماری تو کوئی بھی بات نہیں سنتا۔"

"بزرگو بتائیں، میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔" اس نے بڑے سکون اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا

''ہمیں اب تک یہ پتہ ہی نہیں چل سکا کہ وہ لوگ کون تھے۔ کس نے کیا ہے سب۔ لیکن یہ کیسا ظلم ہے کہ تھانیدار بھی ہماری کوئی بات نہیں سنتا ہے۔ اس نے ایک درخواست لکھ لی ہے اور ایف آئی آر کاٹ کر ہمارے ہاتھ میں تھما دی ہے۔ دو دن ہو گئے، وہ ہمیں ملتا ہی نہیں ہے، چند بار فون کیا ہے، اب تو وہ گالیاں دینے لگا ہے کہ فون کیوں کرتے ہو۔ کہاں جائیں، کس کے پاس فریاد کریں۔'' لڑکی کا باپ کہتے کہتے ہوئے رو دیا

''چلیں بات کرتے ہیں اس سے۔'' جسپال نے کہا

''رب تمہارا بھلا کرے، اگر تمہاری وجہ سے ہمیں اپنی بیٹی مل جائے۔'' لڑکی کا باپ بولا

'' اس کا فون نمبر دو، میں ابھی بات کرتا ہوں اس سے۔'' جسپال نے کہا تو ایک نوجوان نے تھانیدار کا نمبر دے دیا۔ جسپال نے کال ملائی، تو کچھ دیر بعد اس نے فون رسیو کر لیا۔ جسپال نے اپنا تعارف کرایا تو وہ بولا

''جی، حکم۔'' اس کے لہجے میں طنز آ گیا تھا۔

''وہ لڑکی، جو اغوا ہوئی اور اس کے بھائی کا قتل ہوا، اس بارے کچھ پتہ چلا؟ کوئی تفتیش میں پیش رفت، کوئی شک میں پکڑا؟''

'' او کہاں کی تفتیش جی، آج کل تو آپ سیاست دانوں کے معاملات ہی نہیں سانس لینے دیتے۔ کبھی کسی کی سیکورٹی، کبھی کسی وی آئی پی کا استقبال، پروٹوکول، یہ الیکشن بھی تو بھگتانے ہیں۔'' اس نے اکتائے ہوئے انداز میں جواب دیا

''اور اگر وہ لڑکی قتل ہو گئی، تو کیا ہوگا؟ وہ کس کے ذمے ہو گی؟'' جسپال نے سنجیدہ لہجے میں کہا

''یہ تو جی، قتل کرنے والے جانیں، یا پھر آپ محکمے کے کسی بڑے سے کہیں، اب مجھے جو حکم ملتا ہے، میں تو وہی کروں گا نا۔'' اس نے پھر اسی انداز ہی میں کہا

''یہ حکم آتے کہاں سے ہیں، جن کی وجہ سے بے چارے عوام کو انصاف نہیں ملتا؟'' وہ طنزیہ لہجے میں پوچھا

''میں نے بحث نہیں کرنی، مجھ سے تو جو ہو سکتا ہے کر رہا ہوں، دن رات عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔'' اس نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا

''ٹھیک ہے، لیکن ان لوگوں کا قصور، انہیں کچھ نہ کچھ تو......'' جسپال نے کہنا چاہا مگر وہ تیزی سے بات کاٹتا ہوا بولا

''او جی، اب میں کیا کروں، اندھی تفتیش ہے، کوئی سراپتہ دو دیں تو میں اسے ابھی اٹھوا لیتا ہوں۔ پھر بعد میں آپ لوگوں نے ہی ان کی سفارش کرنی ہے کہ یہ بے گناہ ہیں، انہیں چھوڑ دیں۔''

''چلو، ٹھیک ہے، ہم بھی کوشش کرتے ہیں، آپ بھی کرو، جیسے ہی کوئی سراپتہ ملا، بتاتے ہیں۔'' جسپال نے کہا اور فون بند کر دیا۔ سبھی اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس نے فون جیب میں رکھا اور تھانیدار سے ہونے والی بات انہیں بتا دی۔ وہ خاموشی سے سنتے رہے۔ ساری بات سن کے وہی بزرگ بولا

" سردار جی، یہ تو اس کی کچھ بھی نہ کرنے والی باتیں ہیں نا۔"

" مجھے بھی یہی لگتا ہے۔" اس نے سرہلاتے ہوئے جواب دیا۔

" اب یہ تو بات پکی ہو گئی ہے کہ اس واردات میں کوئی ایسا بندہ ملوث ہے، جو اس تھانیدار پر بھی اپنا حکم چلا سکتا ہے۔" اس بزرگ نے کہا تو جسپال نے اس لڑکی کے باپ سے پوچھا

" وہ جو لڑکا ہے، جس سے لڑکی کی بات چل رہی تھی، ان سے کوئی اختلاف ہوا، یا کوئی بات؟"

" ہماری تو ان سے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی، یہی جہیز کی بات تھی، اس پر بھی کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بس طے ہو رہی تھی بات۔" باپ نے دھیمی سی آواز میں جواب دیا۔

وہ لوگ کچھ دیر بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ نکودر شہر میں جا کر بڑے آفیسر سے ملا جائے۔ کل صبح جانے کا فیصلہ ہوا۔ جسپال نے ان کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی اور انہیں یہ حوصلہ دیا کہ اب یہ ان کا مسئلہ نہیں اس کا اپنا مسئلہ ہے۔ وہ لڑکی بازیاب کروانے میں پوری طرح ساتھ دے گا۔ اور جو انہوں نے قتل کیا ہے، اس کا حساب بھی لیں گے۔ وہ کافی حد تک مطمئن ہو کر چلے گئے۔ انہیں گئے ہوئے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ نوتن کور کا فون آ گیا۔ وہ اسی فون سے کال کر رہی تھی، جو ٹریس نہیں ہوتا تھا۔ اس نے بتایا۔

" لڑکی اسی گجندر سنگھ کی شہ پر اغوا ہوئی ہے، یہ معلوم ہو گیا ہے۔ اس کے قریبی دو بندے پکڑ لئے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی اٹھالی ہے۔"

" کیا، اس کی بیٹی۔ مطلب......" جسپال نے حیرت سے کہا تو نوتن کور بولی

" بلدیو سنگھ اس معاملے میں بڑا سخت ہے۔ وہ لڑکی بھی تو کسی کی بیٹی ہے، کیا کسی امیر اور طاقت ور کی بیٹی میں سرخاب کے پر لگے ہیں کہ وہ اغوا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بلدیو سنگھ نے تو اس لڑکی کو بتا دیا کہ تمہارے باپ کے گناہ کے بدلے اسے اغوا کیا ہے۔"

" تو کیا بنا، گجندر کو پتہ چلا؟" اس نے پوچھا

" بتا دیا اُسے اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر لڑکی واپس گاؤں نہ پہنچی تو وہ اس لڑکی کو کہیں دور لے جائیں گے۔" نوتن نے بتایا

" اغوا کرنے کی وجہ کیا تھی؟"

" وہی لڑکا، جن سے لڑکی والوں کی بات چل رہی تھی۔ اسے پکڑ لیا ہے، اسی نے بتایا۔ اب اصل بات کیا ہے، یہ ابھی پوری طرح پتہ نہیں چلا۔ تفصیل معلوم ہو جائے گی۔" نوتن کور نے بتایا تو جسپال اندر سے کھول اٹھا۔

" یار میں آتا ہوں وہاں، دیکھی جائے گی، اسے تو میں سبق......"

" سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ صبح تک انتظار کرو، پھر تم ہی اس سے سیدھے ہو جانا۔ یہ لوگ درمیان سے نکل جائیں گے۔" نوتن نے کہا

"چلو دیکھتے ہیں۔ مجھے نیند نہیں آئے گی۔" جسپال نے کہا

"تم آرام کرو، یہ دیکھ لیں گے سب۔" نوتن کور نے اعتماد سے کہا اور پھر فون بند کر دیا۔

جسپال کا دوران خون تیز ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

میں، بانیتا کور اور اشفاق چوہدری، بہت دیر تک اسی موضوع پر سوچتے رہے کہ باس یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ میں اس کی نگاہوں کے سامنے ہوں۔ اور یہ دعویٰ کسی حد تک تسلیم بھی کیا جا سکتا تھا کہ اس نے دو بار مجھ پر حملہ کیا اور دونوں بار محض خوش قسمتی کے ساتھ رب کی رضا کے باعث بچ گیا تھا۔ پہلی بار ریستوران میں اس نے حملہ کروایا، اسے کیسے پتہ تھا کہ میں کہاں ہوں۔ وہاں مجھے ایک شک تھا کہ جو لوگ حملہ کرنے والے تھے، انہیں میرے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ مطلب انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کسی ٹریک پر چلتے ہوئے سیدھے ہمارے سر پر آن پہنچے۔

دوسری بار بھی ایسا ہوا تھا۔ میں نے ٹاؤن میں جو گھر لیا تھا، اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں تھا۔ اس کے لئے میں بہت راز داری برتی تھی لیکن اس نے وہاں بھی حملہ کروا دیا۔

یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا، جب وہاں کوئی بھی نہیں تھا، کیا اس نے اسی تاک میں وہاں حملہ کیا کہ وہاں کوئی نہیں تھا، صرف ہمیں خوف زدہ کرنے کے لئے، یا پھر اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ وہاں پر کوئی نہیں ہے، اور سب خوش قسمتی سے بچ گئے؟ باس میرے لئے ایک معمہ بنتا چلا جا رہا تھا۔ ایسا کیوں تھا؟ وہ خود مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا یا قسمت مجھ پر مہربان تھی؟ میں بھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔

یہ ساری باتیں ہمارے درمیان زیر بحث آ چکی تھیں، لیکن کوئی سرا پتہ ہمیں مجھ نہیں آ رہا تھا کہ اچانک اشفاق چوہدری نے کہا

"یہ سمجھنے سمجھانے کی باتیں تو چلتی رہیں گی، ان دونوں کا کیا کرنا ہے، میری بہت زیادہ توجہ ان کی طرف رہتی ہے۔"

"کیا تم نے ان کی کوئی ایسی سرگرمی دیکھی ہے یا معمول سے ہٹ کچھ ہوا ہے، جس کی وجہ سے تمہیں کوئی شک محسوس ہوا ہے؟" میں نے پوچھا

"ان دونوں کو کچھ اجنبیوں کے ساتھ ملتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ وہ ایسے لوگ تھے، جو نہ تو اس علاقے کے ہیں اور نہ ہی دوبارہ دیکھے گئے ہیں۔ صاف ظاہر ہے وہ باہر کے لوگ تھے۔" اشفاق چوہدری نے تفصیل سے بتایا

"اس کے بعد انہوں نے کچھ کیا، کوئی مشکوک......" میں نے کہنا چاہا تو وہ تیزی سے بولا

"نہیں، انہوں نے کچھ نہیں کیا، ان کا ایک اپنا معمول ہے اور وہ اس طرح اپنے دن گذار رہے ہیں۔ تائی جب تھی، وہ سیکورٹی کی نگاہیں کھینچے رکھتی تھی، علاقے میں کوئی پرندہ بھی سر مارتا تھا تو اس بارے بھی پوچھ تاچھ کرتی تھی۔ وہ باخبر رہتی تھی۔ مجھے علاقے میں پھرنا پڑتا ہے۔ اس طرف زیادہ دھیان نہیں رکھ پاتا۔"

"تم چاہتے کیا ہو۔میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا؟" میں نے اس کی بات سننا چاہی۔

"میں چاہتا ہوں کہ یہ خطرناک لوگ ہیں، دشمن پھر دشمن ہوتا ہے، اس کا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔انہیں چھتا کرو یا ان کے بارے میں جو فیصلہ ہے کرنا ہو کرو، کیونکہ دو دن سے ان کے پاس ایک شخص آیا ہوا ہے۔پوچھنے پر پتہ چلا ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔وہ کب آیا، کہاں سے آیا، اس بارے وہ مطمئن نہیں کر سکا۔میں نے جب سے اس کو دیکھا ہے، وہ میرے دماغ کو کھٹک رہا ہے۔" اس نے اپنا خیال واضح کر دیا۔

"تو ابھی چلو، ان کے پاس چلتے ہیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔مجھے بھی خیال آیا تھا کہ اس کا ایک ہی بیٹا اس سے دور تھا جو ممبئی میں رہتا تھا۔اگر وہی ہے تو اسے ممبئی میں تلاش نہیں کرنا پڑا، وہ یہیں آ گیا ہے۔ میں اسے فوری طور پر ملنا چاہتا تھا۔کبھی میں نے پلان کیا تھا کہ اسے ممبئی میں سے تلاش کیا جائے۔اب وہ ویسے ہی یہیں آ گیا تھا۔

"چلو۔" اس نے میرے چہرے پر دیکھتے ہوئے کہا اور اٹھ گیا۔

"بانیتا۔!اگر تم چاہو تو آرام کرو۔" میں نے کہا تو وہ بنا کوئی بات کئے اٹھ کر باہر چل دی۔اسے میرا یوں کہنا اچھا نہیں لگا تھا۔وہ پورچ میں کھڑی کار کی پچھلی نشست پر جا بیٹھی تھی۔اسے مزید کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔سو میں خاموشی سے پسنجر سیٹ پر بیٹھ گیا۔اشفاق چوہدری نے اسٹیرنگ سنبھالا اور چل دیا۔

ہم مسافر شاہ کے تھڑے کے پاس پہنچے تو اس کے ساتھ بنے ہوئی کمروں میں گھپ اندھیرا تھا۔کسی کمرے میں کوئی ذرا سی بھی روشنی نہیں تھی۔اماوس کی اس رات میں بس تارے چمک رہے تھے۔تھڑے کے ارد گرد صرف وہی منظر دکھائی دے رہا تھا، جہاں ہیڈ لائٹس کی روشنی پڑ رہی تھی۔ان کمروں کے پاس کار جا رکی۔کار رکتے ہی ایک نوجوان جوگی کمرے سے باہر آیا۔اسے شاید ہم دکھائی نہیں دے رہے تھے۔اس لئے پوری طرح سامنے آ گیا۔ میں دروازہ کھول کر باہر آیا اور اونچی آواز میں کہا

"رام لعل کو بلاؤ۔"

وہ میری آواز سن کر چونکا اور پھر مجھے پہچان کر ٹھٹک گیا۔ پھر فوراً اندر کمرے کی طرف چلا گیا۔ زیادہ وقت نہیں گزرا، جوگی رام لعل باہر آ گیا اور سیدھا میری جانب بڑھا۔اس نے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھائے ہوئے تھے۔اس سے پہلے کہ وہ میرے قریب آتا، میرے اور جوگی رال لعل کے درمیان بانیتا کور آ گئی۔

"ہو گیا۔" بانیتا کور نے ہاتھ کے اشارے سے اسے دور رکھتے ہوئے تیزی سے کہا تو وہ رک گیا۔اس نے اپنی چندھیائی آنکھوں سے ہماری جانب دیکھا اور بولا

"مہاراج۔!اس سے، کہیں ہم سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی؟"

"او نہیں رام لعل، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو وہ جلدی سے بولا

"آئیں آجائیں اندر۔" وہ اندر کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو بانیتا کور اندر کی جانب بڑھ گئی۔ اشفاق چوہدری اس کے پیچھے بڑھا، پھر رام لعل اور میں اندر کمرے میں چلے گئے۔

اندر فرش پر دری بچھی ہوئی تھی۔ اس کے اوپر دیواروں کے ساتھ تین بستر لگے ہوئے تھے۔ ایک دیوار کے ساتھ لگے بستر پر ایک سنجیدہ سا جوان بیٹھا ہوا تھا۔ جو مجھے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ باقی دو بستر خالی تھے۔ میں ایک بستر پر بیٹھ گیا تو وہ جوان میری جانب بڑھ آیا۔ اس نے ہاتھ ملایا۔

"یہ میرا بیٹا ہے جی سندر لعل۔ ممبئی میں رہتا ہے، مجھے ملنے کے لئے آیا ہوا ہے۔"

"یہی ہے وہ، جو زہر یارے اتھارٹی رکھتا ہے؟" میں نے پوچھا تو وہ ذرا سا مسکرا دیا

"جی، یہی ہے۔" رام لعل نے کہا

"یہاں کیسے آیا، قانونی طریقے سے یا غیر قانونی؟"

"قانونی لوگوں نے غیر قانونی طور پر بھیجا ہے۔" رام لعل کی بجائے وہ بولا

"کیسے؟" میں نے سکون سے پوچھا

"انہی لوگوں نے، جنھوں نے میرے باپو کو یہاں بھیجا ہوا ہے۔"

"تمہیں ہی کیوں بھیجا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا

"کچھ عرصہ سے یہاں کے بارے میں انہیں کوئی معلومات نہیں ملی۔ وہ مجھ تک پہنچے، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں یہاں آؤں اور پتہ کروں کہ بات کیا ہے۔ کیونکہ انہیں یہ تو معلوم ہے کہ باپو زندہ ہیں اور آزاد زندگی گزار رہے ہیں، لیکن وجہ کیا بنی کہ وہ جو معلومات درکار تھیں وہ نہیں مل رہی ہیں۔" سندر لعل نے بڑے اعتماد سے کہا

"اب تم رام لعل کو لینے آئے ہو؟" میں نے پوچھا

"یہ تو باپو کی مرضی ہے، یہ کیا چاہتے ہیں۔" اس نے جوگی کی طرف دیکھ کر کہا تو میں نے اس سے پوچھا

"ہاں بولو رام لعل، کیا چاہتے ہو؟"

"میں سچی اور دل کی بات بتاؤں تو وہ یہ ہے کہ میں یہیں رہنا چاہتا ہوں، اسی جگہ۔ میں کہیں نہیں جانا چاہتا۔ نہ واپس اپنے گاؤں منا سکر اور نہ کہیں دوسری جگہ۔ میرا پریوار جاتا ہے تو جائے۔ میں آپ کی سیوا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی پورے دل سے۔" اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑی لجاجت سے کہا

"اور وہ ملنگ، کیا بنا اس کا، نشہ چھوڑا کہ نہیں اس نے؟" میں نے جان بوجھ کر اس کے بارے میں پوچھا

"بس ایک ہفتہ لگا اسے خود پر قابو پانے میں۔ اب ٹھیک ہے۔ روزانہ صبح تھڑے پر جھاڑو لگاتا ہے۔ اور اسی طرح شام کو بھی وہ

اپنی ڈیوٹی دیتا ہے جو آپ اس کے ذمے لگا گئے ہیں۔" وہ اسی لہجے میں بولا، ہاتھ اس کے جڑے رہے۔

"دیکھو بھئی رام لعل، مجھے یا میرے کسی بندے کو تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اور اس دوران میرا سلوک بھی تم نے دیکھ لیا، تمہیں تنگ نہیں کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ تم یہاں رہنا چاہتے ہو، اب پتہ نہیں تم رہ پاتے ہو یا نہیں۔ یہ الگ بحث ہے، لیکن اگر تم واپس جاتے ہو تو وہ لوگ ساری زندگی تمہیں مشکوک سمجھتے رہیں گے۔ وہ تم پر یقین نہیں کریں گے، کیا کہتے ہو؟" میں نے اس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے کہا

"یہ تو ہے، وہ مجھے مشکوک ہی سمجھیں گے۔" جوگی نے جواب دیا تو سندر لعل نے تیزی سے بولا

"نہیں باپو جی، میں ان سے بات کر کے آیا ہوں، وہ بھی جانتے ہیں کہ آپ مجبوری میں کہیں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ کوئی بھی کہانی انہیں سنا دی جا سکتی ہے۔ میں تب سے یہی پوچھ رہا ہوں، اور ابھی یہ مہاراج آ بھی گئے ہیں، ان کے سامنے بھی پوچھتا ہوں کہ یہاں کیوں رہنا چاہتے ہیں؟"

"دیکھ بیٹا! میں ساری زندگی اس دشت کی سیاحی میں رہا ہوں، صحرا کی خاک چھانی ہے، ہر طرح کے بندے سے ملا ہوں، لیکن جو شانتی یہاں ہے، مجھے کہیں سے نہیں ملی۔ یہاں کہیں زیادہ گیان ہے، جو میں نے نہیں دیکھا، پر نہیں عمر کتنی ہے۔ تم آ گئے ہو، اچھے سارے پریوار کو لے جاؤ۔ میں شانتی سے یہاں مرنا چاہتا ہوں۔" رام لعل نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا

"اس بار تو چلو نا، پھر چاہے ادھر آ جانا۔ میں نے وہاں وعدہ کیا ہے۔" اس کے بیٹے نے کہا تب میں نے پوچھا

"جن لوگوں نے تمہیں یہاں بھیجا ہے، کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ تم یہاں پکڑے جا سکتے ہو؟"

"مجھے یہ کہانی سنانے کو کہی گئی ہے کہ میں اندرون سندھ سے یہاں آیا ہوں۔ وہی جو کہانی باپو سناتے ہیں۔ یہ تو باپو جی نے مجھے یہاں کے بارے میں بتا دیا ورنہ تو میں بھی کہانی سنانے والا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ صبح آپ سے بات کروں کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔"

"ظاہر ہے اب اگر تم رام لعل کو نہ لے کر گئے تو تم بھی بستی میں چین سے نہیں رہ پاؤ گے۔ ٹھیک ہے لے جاؤ اپنے باپ کو، اور اس ملنگ کو بھی۔ اور انہیں یہ باور کرا دینا کہ اب کوئی بندہ ادھر کا رخ نہ کرے۔" میں نے ایک دم سے فیصلہ سنا دیا تو وہ ایک دم سے خوش ہو گیا۔

"بہت دھنے واد مہاراج۔" سندر لعل نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو رام لعل کا چہرہ مرجھا گیا تب میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا

"کوئی بات نہیں، میں تمہیں مناسکر سے واپس منگوا لوں گا، یہ میرا تم سے وعدہ رہا۔"

"جی مہاراج۔" وہ ایک دم سے کھل گیا۔

"ابھی جاؤ گے یا......" میں نے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"جی ابھی، آج رات ہی، یہاں بھی بندے ہیں، جن کی نگاہ مجھ پر ہے، آپ یہاں ہوئے اور......" اس نے بھی اپنی بات روک کر کہا تو میں ساری بات سمجھ گیا۔

"اس کا مطلب ہے یہاں پر کام ہو رہا ہے؟" میں نے تلخی سے کہا

"جاتے سے سب کے بارے میں بتا جاؤں گا اور ایک تحفہ بھی دے جاؤں گا۔" وہ خوشی سے بولا

"تحفہ، وہ کیا؟" میں نے پوچھا

"میں بنیادی طور پر ایک کیمسٹ ہوں، میں نے زہر پر بہت تجربات کئے ہیں۔ جس طرح قدرتی شہد کے اپنے اثرات ہوتے ہیں اور ان جیسے اثرات انسانی کوشش پیدا نہیں کر سکتی، اسی طرح سانپ کے منہ میں بنا ہوا زہر بھی اپنی خاصیت رکھتا ہے۔ اس طرح کے خواص کیمیکل سے نہیں بنائے جا سکتے۔ اگر کسی شے میں مہلک اثرات ہیں تو اسی میں زندگی بخش اثرات بھی ہیں۔ ضرورت صرف تلاش کرنے کی ہے۔ سانپ کے زہر کے انسانی بدن پر جو اثرات ہو سکتے ہیں، میں نے ان پر بہت کام کیا ہے۔ اب تک میرے دو تجربے بہت کامیاب ہوئے ہیں۔" اس نے بتایا

کون سے؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا

"میں نے ایک دوا ایسی تیار کی ہے، جو کسی انسان کو ایک خاص مقدار میں دی جائے تو اس کی سوچوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ کسی دور میں حشیش سے کام لیا جاتا تھا، وہ سب وقتی نشے ہیں، لیکن یہ ایسا ہے کہ چند دن تک ایک خاص مقدار بدن میں اتار دی جائے تو انسان کی سوچوں کو تبدیل کر دیا جائے۔ تب اس سے جو چاہے نتیجہ لے سکتے ہیں اور یہ وقتی نہیں ہوتا۔" اس نے تفصیل سے کہا

"اس کے اثر کو ختم کرنے کے لئے۔" میں نے پوچھا

" اس کا توڑ ہے، لیکن میں یہی بتاتا ہوں کہ اس دوا کا اثر ختم نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ انہی لوگوں کو دی جاتی ہے، جنہیں صرف مرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اسی لئے یہ دوا عام استعمال میں نہیں لائی جاتی اور ایک خاص اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ میں اگر توڑ دے دوں، تب میری اہمیت تو ختم ہو گئی نا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

مجھے وہ بہت ہی تیز اور سمجھدار لگا تھا۔ اپنا بچاؤ پہلے سوچ کر رکھنے والا اکثر کامیاب ٹھہرتا ہے۔

"اور دوسرا؟" میں نے پوچھا

"وہ تو عام سا ہے، وہ میں آپ کو اس لئے بتا رہا ہوں کہ آپ چونکہ بہت تیز خوشبو لگانے کے عادی ہیں، اس لئے میں وہ آپ کو بتا رہا ہوں۔" اس نے کہا تو میں چونک گیا، کیا اسے بھی یہ بہت بری لگ رہی ہے؟ لیکن میں خاموش رہا تا کہ اس کی بات سن سکوں، وہ کہہ رہا تھا، "پانی کے ٹب میں فقط ایک قطرہ ڈال دیا جائے، اس میں نہائیں، آپ کے بدن سے ایسی بھینی بھینی خوشبو پھوٹنے لگے گی کہ دوسری صنف مدہوش ہو جائے گی۔ یہ چھوٹا سا چمتکار میں نے پیسے بنانے کے لئے کیا ہوا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا

"کیا یہ چیزیں تم ساتھ میں اٹھائے پھر رہے ہو؟" بانیتا کور نے پہلی بار بات کی

"بھیس جو بدل کر آتا تھا یہاں اور بھی بہت کچھ ہے جوگی کی پوٹلی میں۔" یہ کہہ کر وہ ہلکے سے ہنس دیا۔

" پہلی والی کا تو ٹھیک ہے، دوسری والی کا کوئی سائیڈ ایفیکٹ؟" میں نے پوچھا

"کوئی نہیں، یہ میرے امیر ترین کلائنٹس کے لئے ہے، لوگ ان سے پوچھتے ہیں یہ پرفیوم دنیا کے کس مقام سے ملتا ہے، مگر وہ نہیں بتاتے۔" اس نے یہ بات سنجیدگی سے کہی

"اس کا تجزیہ کروانے کے لئے تمہیں ایک دن رکنا پڑے گا۔" میں نے اسے کہا تو وہ بولا

"جیسے آپ کی مرضی، میں ایک ہفتہ بھی رک جاؤں گا، پہلے دوا کا تجزیہ کر لیں۔"

"ٹھیک ہے، تم ابھی رہو یہاں پر، بلکہ پورا پریوار رہے، صبح سے تجربات کریں گے اور دوسری اگر کوئی چیز ہوئی تو اس پر بھی بات ہو جائے گی۔" میں نے کہا

"اور اگر تمہاری باتیں غلط اور تمہارے دعوے جھوٹے ہیں تو ابھی راتوں رات نکل جانا، ایسا نہ ہو کہ صبح میرا ارادہ بدل جائے۔" بانیتا کور نے کہا تو اس پر سندر لعل کیمسٹ نے گھوم کر اسے دیکھا، پھر نہ جانے کیا سوچ کر خاموش رہا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے سر کو ہلانے لگا تھا۔ میں نے مزید کوئی بات نہیں کی اور اٹھ گیا۔ میں ملنگ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میں کمرے سے باہر نکلا تو وہ سامنے کھڑا تھا۔ مجھ سے ہاتھ ملایا تو میں نے پوچھا

"اب کیسے ہو؟"

"آپ نے ڈیوٹی لگا دی، جو مزہ اس ڈیوٹی میں شاید ہی کسی اور شے میں ہو۔" وہ تشکر بھرے لہجے میں بولا

"چلو باقی باتیں صبح ہوں گی۔" میں نے کہا تو کار میں جا بیٹھا۔ اتنے میں وہی سندر لعل تیزی سے میری طرف آیا۔ اس نے ایک کاغذ میری جانب بڑھا کر کہا

"یہ میں نے وہ دوسری دوا کا پورا فارمولا لکھ دیا ہے۔ یہ کسی بھی ماہر کیمسٹ کو دکھا دیں، وہ یہ دوا تیار کر دے گا۔ اس سے یہ بھی پوچھ لیں کہ انسانی بدن پر اس کے کیا اثرات ہوں گے اور یہ دوا، اس کا تجزیہ کروا لیں۔"

میں نے کاغذ کا وہ پرچا اور دوا پکڑ لی۔ مجھے لگا کہ بانیتا کور کی بات اسے کھا گئی تھی۔ یہ ایک فطری سی بات ہے، کسی کی ذات اور کام کو جب نظر انداز کر دیا جائے تو اس کا ردعمل ضرور ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ سندر لعل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ورنہ اس کی موت اس کے سامنے تھی۔ اور پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ خود کو ختم کر کے ہمیں مار دینا چاہتا ہو۔ کچھ بھی ممکن ہو سکتا تھا۔

حویلی واپس ہوئے آدھا گھنٹہ گذر گیا۔ راستے میں اشفاق چوہدری یہی کہتا رہا کہ انہیں جس قدر جلدی ہو سکے یہاں سے روانہ کر دینا چاہئے۔ کیونکہ ہم بھی اس کی وجہ سے لپیٹ میں آ سکتے ہیں۔ میں نے ان کے بارے صبح فیصلہ کرنے کا کہا۔ رات گہری ہو گئی تھی۔ میں بیڈ پر آن لیٹا۔ تبھی مجھے خیال آیا، میں نے اپنے دوست کو فون کیا اور حالات پوچھے۔ اس نے کہا

"وہاں کوئی بندہ نہیں آیا، جسے مشکوک کہا جا سکے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔ بانیتا کور میرے ساتھ بیڈ پر تھی وہ بھی لیٹتے ہی سو گئی۔ رات کافی ہو گئی تھی۔

صبح جب میں بیدار ہوا تو سورج مشرقی افق سے نہیں نکلا تھا۔ میں گہری گہری سانسیں لیتا ہوا حویلی کی چھت پر جانے لگا تو حویلی کے ایک ملازم نے مجھے کہا

"باہر ایک جوگی آیا کھڑا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے، سندر لعل نام بتایا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"میں نے لان میں بٹھایا ہے۔" اس نے جواب دیا

"اچھا، میں آتا ہوں۔" میں نے کہا تو وہ پلٹ گیا۔ میں تھوڑی دیر کاریڈور میں ٹہلتا رہا پھر نیچے چلا گیا۔ وہ لان میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کیسے آئے صبح صبح، خیریت؟ میں نے پوچھا

"جی، رات وہ آپ کی سیکورٹی گارڈ نے جو بات کہی وہ مجھے بہت کھلی ہے۔ میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ خود اپنے سامنے تجربہ کروا سکوں۔ اگر کچھ ہو تو مجھے وہ فوراً شوٹ کر دے۔" اس کے لہجے میں دکھ سے زیادہ انا بول رہی تھی۔

"وہ میری دوست ہے یار۔ تم اس کی بات کا برا نہ مناؤ۔ اس نے جو کہا......" میں نے کہنا چاہا تو اس نے میری بات کاٹتے ہوئے

"آپ نے جو میرے باپو پر دیا کی ہے، میں اس کا احسان بھی نہیں دے سکتا۔ آپ چاہتے تو انہیں قتل کر سکتے تھے، کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، وہ آپ کے دشمن تھے۔ میں یہ ثابت کر کے جانا چاہتا ہوں کہ میں دشمنی نہیں کر رہا، میں یہاں سے جاؤں گا تو آپ کا احسان مند ہو کر۔ اور جب یہاں سے چلا جاؤں گا تو آپ میرے احسان مند ہوں گے۔ میں آئندہ بھی دوست ہی ثابت ہوں گا۔ آپ نہائیں اس سے، میں ہوں ادھر۔" اس نے ضدی سے لہجے میں کہا تو میں اس کی ذہنی حالت کو سمجھنے لگا تھا۔ وہ وہاں کا مانا ہوا کیمسٹ اپنے باپ کو بچانے اور 'را' کے کہنے پر یہاں آیا تھا۔ اپنی انا پر ہلکی سی ضرب بھی برداشت نہیں کر پایا تھا۔

"اچھا، ٹھیک ہے، آؤ اندر بیٹھتے ہیں اور چائے پیتے ہیں۔" میں نے کہا تو وہ اٹھ کر میرے ساتھ اندر آ گیا۔

بانیتا کور مجھ سے پہلے ہی وہاں موجود تھی۔ میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔ میں اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ میں نے اس کے سامنے ایک قطرہ ٹب میں ڈالا تو خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔ وہ باہر انتظار کرنے لگا۔ میں خوب نہایا۔ یہاں تک کہ میں پرسکون ہو گیا۔ وہ جو تیز خوشبو میرے ساتھ چپٹی ہوئی تھی وہ دور ہو گئی۔ ایک بھینی بھینی خوشبو نے مجھے حصار میں لے لیا۔ جو بہرحال مجھے اچھی لگ رہی تھی۔

"واقعی مست کر دینے والی خوشبو ہے۔" بانیتا کور نے خمار آلود آواز میں کہا تو سندر لعل ایک دم سے خوش ہو گیا۔ میں نے ناشتہ لگوانے کا کہہ دیا۔

ناشتے کے دوران وہ بہت ساری باتیں کرتا رہا۔ جن میں سے کچھ تو مجھے سمجھ آئی اور کچھ کی نہیں۔ جس وقت وہ جانے لگا تو اس نے دو چھوٹی چھوٹی بوتلیں میری جانب بڑھا دیں۔ وہ دو مختلف رنگ کی تھیں۔

"یہ کیا ہے؟"

"یہ آپ بعد میں سکون سے بیٹھ کر سمجھیں۔ میں نے اس کے ساتھ سب کچھ لکھ کر اس لفافے میں ڈال دیا ہے۔اب مجھے آ گیا دیں۔" اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا تو وہ چلا گیا۔

دوپہر ہو چکی تھی۔ جب میں بانیتا کور حویلی سے نکل پڑے۔ اشفاق چوہدری نے وہاں کے ایک ایک معاملے کے بارے میں مجھے بتایا۔ الیکشن کے لئے ماحول تیار ہو رہا تھا۔ علاقے میں سیاسی پارٹیوں کا رندے اپنے اپنے طور پر سرگرم تھے۔ ہم نے ہر موضوع پر بہت دیر تک بات کرتے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اشفاق چوہدری کے پاس ساری باتیں ختم ہو گئیں۔ اس کی تان یہیں پر آ کر ٹوٹی کہ انہیں یہاں سے بھیج دیا جائے۔ کیونکہ اگر کسی بھی ادارے کو معلوم ہو گیا کہ وہ کون ہیں اور انہیں یہاں ہم نے رکھا ہے تو خواہ مخواہ کی مصیبت آ جائے گی۔ میں نے اس کی بات مان لی۔ اور کچھ دیر بعد مسافر شاہ کے تھڑے کی طرف چل دیئے تھے۔ تا کہ ان کے پاس جا کر انہیں وہاں سے چلے جانے کا کہہ دیا جائے۔ ابھی تک میرے بدن سے جو بھینی بھینی مہک اٹھ رہی تھی، اس نے مجھے مدہوش سا کر دیا تھا۔

اشفاق چوہدری دوسری کار میں تھا۔ اس کے ساتھ دو لوگ تھے۔ ہم وہاں جا کر کے تو دیکھا، جوگی رام لعل، سندر لعل اور ملنگ باہر ہی زمین پر گدڑی بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے پاس جا بیٹھا اور کچھ دیر باتوں کے بعد انہیں وہاں سے چلے جانے کو کہا

"دیکھیں۔! میں یہاں نہیں رہا اور نہ ہی مجھے رہنا ہے لیکن آپ لوگوں کے باعث ہمارے دوست کو پریشانی ہو رہی ہے۔ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ آپ کی حفاظت نہیں کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔ ہم آج ہی یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ آپ سے رابطہ رہے گا۔" جوگی رام لعل نے کہا تو میں نے اسے سمجھایا

"ہمیں آپ لوگوں کے بارے بالکل پتہ نہیں ہے کہ آپ کون ہو، کہاں سے آئے ہو، یہاں کس لئے تھے۔ ہم نے آپ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک صرف اس لئے کیا کہ آپ فقیر لوگ ہیں۔ یہی بیان ہر جگہ دینا، ہم آپ کو یہاں سے اب بھی نہیں جانے دینا چاہتے تھے کہ آپ لوگ خود یہاں سے چلے گئے۔"

"جی میں سمجھ گیا مجھے کیا کرنا ہے۔" اس نے کہا تو میں وہاں سے اٹھ گیا۔ پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ اشفاق چوہدری ہمیں نور نگر سے بہت دور تک چھوڑنے آیا تھا۔

☆......☆......☆

دو گھنٹے سے زیادہ وقت گذر گیا تھا۔ جسپال اپنے کمرے میں بیڈ پر پڑا، یہی سوچے چلا جا رہا تھا کہ اب تک بلدیو سنگھ کا فون نہیں آیا اور نہ ہی نوتن کور نے اطلاع دی۔ وہ یہی سوچے چلا جا رہا تھا کہ انہوں نے مجھے باندھ کر رکھ دیا ہے۔ اگر میں وہاں ہوتا تو اب تک بہت کچھ کر چکا ہوتا۔ اسے خود پر قابو پانا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ تبھی اس نے نوتن کور کو کال کر دی۔ اس کی آواز سنتے ہی بولا

"اب تک کیا......؟"

"گجندر سنگھ سے بات چل رہی ہے۔وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیٹی دے دی جائے اور وہ لڑکی لے لی جائے۔"

"اور جو اس کا بھائی قتل ہو گیا، وہ کس کھاتے میں جائے گا، ان کی جو گاؤں میں بے عزتی ہوئی، وہ کدھر جائے گی۔نہیں کوئی ایسا ......" جسپال نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا تو نوتن نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"تم سنو گے۔" یہ کہہ کر وہ ایک لمحہ کو رکی اور پھر کہتی چلی گئی۔"بلدیو سنگھ بالکل نہیں مان رہا ہے۔وہ اسی بات پر اڑا ہوا ہے کہ لڑکی کو لو اور سیدھے تھانے چلے جاؤ، وہاں جا کر اپنے جرائم کا اعتراف کرو، جیسے ہی تم یہ کرو گے، لڑکی گھر بھیج دی جائے گی۔اگر پھر بھی نہیں مانتے تو وہ لڑکی لینے خود اس کے ہاں آ رہے ہیں۔جتنی سیکورٹی لگانی ہے لگا لے۔"

"تو پھر میری ضرورت ہو گی، میں آ رہا ہوں۔" جسپال نے تیزی سے کہا

"لڑکی، ہم نے بازیاب کر لی ہے۔وہ بھی ہمارے پاس ہے۔" اس نے بتایا تو جسپال بولا

"پھر وہ لڑکی کیسے لائے گا۔یہ عجیب بات کی؟"

"دراصل اس نے لڑکی جہاں رکھی ہوئی تھی، وہیں پر ان کے بندے قابو کئے ہوئے ہیں۔اسے بھی پتہ ہے کہ لڑکی اس کے قبضے میں ہے۔گجندر اب تک اپنے گھر سے نہیں نکلا۔معاملہ کچھ دوسرا ہے، وہ میں صبح آ کر بتاتی ہوں۔وہ لڑکی نہ لائے تو اچھا ہے۔اس کی بیٹی بھی تو ہمارے پاس ہے۔بلدیو سنگھ صرف اس سے قتل کا اعتراف کرانا چاہتا ہے۔" نوتن کور نے کہا

"اوکے۔لڑکی مل گئی۔یہی بڑی بات ہے۔اب مجھے کچھ سکون ہوا ہے۔اب میں سونے لگا ہوں، صبح ہی ملاقات ہو گی۔" اس نے کہا اور فون بند کر کے بیڈ پر لیٹ گیا۔کچھ دیر وہ یہی معاملہ سوچتا رہا، پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو دن چڑھ آیا تھا۔وہ جلدی سے فریش ہو کر تیار ہوا اور نیچے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔اسے ہرپریت تیار ملی۔دونوں نے ناشتہ کیا اور تو وہ جالندھر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔جسپال لاشعوری طور پر نوتن کور کا انتظار کر رہا تھا جو ابھی تک وہاں نہ پہنچ پائی تھی۔ ہرپریت کو الوداع کہہ کر اس نے پورچ میں جا کر فون کیا۔رابطہ ہوتے ہی اس نے نوتن کور سے پوچھا

"ابھی تک پہنچی کیوں نہیں ہو؟"

"بس یہاں معاملہ قریب ترین پہنچنے والا ہے۔" اس نے تیزی سے بتایا

"مگر مجھے تو یہاں کے لوگوں کے ساتھ اے سی پی کے پاس آنا ہے۔اور میں آ رہا ہوں۔" وہ بولا

"لوگوں کے ساتھ ہی آ رہے ہو تو آ جاؤ، یہ تو بہت اچھا ہے۔یہی تو انتظار ہے۔ باقی باتیں یہاں آؤ گے تو ہو جائیں گیں۔" نوتن نے کہا

"اوکے۔" اس نے کہا اور فون بند کر دیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔اگلے آدھے گھنٹے کے اندر اس نے سردار بلبیر سنگھ پنچ کو اپنے

ساتھ لیا اور پنچائت گھر آ گیا۔ وہاں نکودر کے لئے جانے والے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ وہ انہیں لیتے ہوئے نکودر کے لئے چل پڑے۔

پنجاب کا یہ المیہ ایک ثقافت کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ انصاف کے لئے بھی ان لوگوں کو "بڑے لوگوں" کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ عوام ان بیوروکریٹس کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، جو کہنے کو عوام کے خادم ہیں۔ اور یہی عوام کے خادم خواص کی خدمت میں دن رات صرف کر کے عوام ہی کو محکوم بنائے ہوئے ہیں۔ یہ صرف اور صرف تعلیم کی کمی کے باعث ہے۔ جو انہیں یہ شعور ہی نہیں دیتی کہ وہ ایک ہو جائیں اور ان خواص اور بیوروکریٹس کو اپنا خادم بنا لیں۔ اس طرح قافلے بنا بنا انصاف کی بھیک مانگنے نہ جانا پڑے۔

وہ نکودر شہر میں اے سی پی آفس کے سامنے جا رکے۔ جسپال کا دماغ اس وقت بہت ٹھنڈا تھا۔ وہ پرسکون تھا۔ اسے ان مراحل سے بھی الجھن نہیں ہوئی، جو اس عوام کے خادم تک پہنچنے کے رکاوٹوں کو عبور کرنا ہوتا ہے۔ تین لوگوں کا اذن باریابی ملا کر وہ اندر آ کر بات کریں۔ جسپال، بلبیر سنگھ اور لڑکی کا باپ اندر چلے گئے۔ اے سی پی اپنی کرسی پر براجمان تھا۔ اس نے تینوں کو دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئے تو بلبیر سنگھ نے اپنا مدعا بیان کیا۔ اور اوگی کے تھانیدار کے بارے میں بتا دیا کہ وہ تعاون کرنے کی بجائے بہانے بنا رہا ہے۔ ساری بات سننے کے بعد اس نے کہا

"میں دیکھتا ہوں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ میں بلواتا ہوں اس تھانیدار کو۔" یہ کہہ کر وہ ایک لمحہ کو رکا اور پھر بولا، "اور کوئی حکم ہے میرے لئے۔"

ان آخری لفظوں کے کہنے کا مطلب اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا کہ اب تم لوگ جا سکتے ہو۔ تبھی جسپال نے سکون سے پوچھا

"یہ آپ کا دیکھنا، کتنے دنوں تک چلے گا؟" اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ اے سی پی نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ یوں جیسے اس کی بدتمیزی پر اسے غصہ آ گیا ہو۔ پھر بھی اس نے نرم لہجے میں کہا

"کیا کہہ سکتے ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسا چمتکار تو ہے نہیں کہ ایک دم سے ڈھونڈ نکالیں۔ کرتے ہیں اس پر کام۔ آپ دھیرج رکھیں۔"

"دیکھیں، یہ ہمارے علاقے کے لوگ ہیں۔ ان کا مسئلہ دنوں میں نہیں گھنٹوں میں ہونا چاہئے۔" جسپال نے کافی حد تک سخت لہجے میں کہا

"یہ آپ جیسے عوامی نمائندوں کو ہر جگہ اپنے نمبر بنانے کی کیوں پڑی رہتی ہے۔ کہا نا دیکھتے ہیں، تو دیکھتے ہیں۔ اب تم لوگ جاؤ۔" اس نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا تو لڑکی کا باپ پہلے ہی اٹھ گیا۔ بلبیر سنگھ پیچ اٹھا اور پھر جسپال اٹھ گیا۔ اسے اے سی پی کی سرد مہری بہت بری لگی تھی۔ وہ باہر آ گئے۔

تبھی سامنے کافی ساری کاریں آ کر رکیں۔ اس میں سے کئی سارے لوگ باہر آئے۔ ان کے درمیان ایک لمبے قد کا آدمی نمایاں تھا۔ جسپال کو اس کا چہرہ کافی حد تک جانا پہچانا لگا تھا۔ وہ ایک جتھے کی صورت میں آئے۔ ان کے آگے ایک بندہ سامنے کھڑے

لوگوں کی جانب بڑھا اور ان سے پوچھا

"یا وگی سے کون لوگ یہاں آئے ہیں؟"

"ہم ہیں۔" ایک شخص نے جواب دیا تو وہی شخص بولا

"سردار گجندر سنگھ جی آئے ہیں۔ انہیں معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ وہاں سے آئے ہو یہاں، تو یہ تم لوگوں کی سہاتا (ہمدردی) میں آ گئے ہیں۔"

اتنی دیر تک وہ ان کے قریب آ گئے۔ سردار دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے ان کے قریب آ گیا اور آتے ہی زوردار انداز میں فتح بلائی

"ست سری اکال۔" لوگوں نے اس کی فتح کا جواب دیا۔ تو وہ بولا، "مجھے بہت دکھ ہوا ہے، میں نے ساری جانکاری لے لی ہے۔ اور آؤ کرتے ہیں اے سی پی سے ذرا بات۔" اس نے سب کو لے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو لوگوں نے جسپال کی طرف دیکھا۔ تب ملبیر سنگھ بولا

"ہم ان کے پاس سے ہو آئے ہیں۔"

"کیا کہتا ہے وہ؟" اس نے پوچھا

"وہی دلاسہ دیا کرتے ہیں کچھ؟" ملبیر سنگھ نے جواب دیا تو بہت رعونت سے بولا

"میں کرتا ہوں بات۔" یہ کہہ کر اس نے قدم بڑھائے ہی تھے کہ جسپال نے سرد سے لہجے میں کہا

"گجندر سنگھ۔! اس اے سی پی کو یہاں بلاؤ۔"

اس کا بولنا گجندر جی کو نہیں وہاں ہر بندے نے محسوس کیا۔ تبھی اس نے چونک کر پوچھا

"کون ہو تم؟"

"جو کہا ہے وہ کرو۔"

جسپال نے اسی لہجے میں کہا تو ایک لمحہ کے لئے اس نے سوچا پھر بولا

"ہم اندر جا کر بات کرتے ہیں۔ آؤ تم بھی آؤ؟" اس نے کہا تو جسپال نے ضدی لہجے کہا

"اسے یہاں بلاؤ۔"

"اے تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ سردار جی کیا کہہ رہے ہیں۔" اس کے ایک مصاحب نے تیزی سے کہا تو جسپال نے اسے ہاتھ کے اشارے سے دور جانے کو کہا۔ وہ چند لمحے کھڑا رہا، پھر پیچھے ہٹ گیا۔ تب وہ گجندر سنگھ کے پاس آیا اور دھیمی سی آواز میں کہا

"تم وہی کرو، جس کے کرنے کے لئے تمہیں بھیجا گیا ہے۔ اب میں آ گیا ہوں یہاں، تمہاری بیٹی بھی بچ جائے گی۔ جسپال سنگھ ہے میرا نام۔" اس نے کہا ہی تھا کہ گجندر سنگھ نے تحوش نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ چند لمحے اسے سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے،

پھر اپنے لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا

"اس اے سی پی کو ادھر ہی بلاؤ، سب کے سامنے بات ہوگی۔" یہ کہہ کر اس نے جسپال کا ہاتھ تھاما اور ایک جانب لے جا کر بولا، "تم کیا جانتے ہو کہ میں یہاں کیا کرنے آیا ہوں۔"

"اگر میں تمہاری بیٹی بارے جان سکتا ہوں تو کیا پتہ نہیں جانتا کہ تمہیں یہاں کیا کرنے بھیجا گیا ہے؟"

"وہ سب غلط فہمی میں ہو گیا۔ اب میں طریقے سے کسی سب ٹھیک کر رہا ہوں۔ میں نے الیکشن......" اس نے کہنا چاہا تو جسپال بولا

"او نہیں، جو کہا گیا ہے وہی کرو۔" یہ کہہ کر جسپال وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک سپاہی اندر گیا ہوا تھا کہ اس دوران پولیس کی کئی گاڑیاں وہاں آن رکیں۔ کجندر سنگھ ایک دم سے پریشان ہو گیا۔ وہ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ جیسے یہاں سہتا کرتے کرتے وہ خود پھنس گیا ہے۔ تبھی اے سی پی باہر آ گیا۔ ان سب کو دیکھ کر بولا

"جی سردار جی آپ، یہاں کیسے؟"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا، جسپال نے انتہائی غصے میں کہا

"اصل میں تم جیسے کرپٹ بیورو کریٹس نے ان عوامی نمائندوں کو سر پر چڑھا رکھا ہے۔ تم لوگ خوشامد کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ساتھ لوگ آئے، مگر تم نے ان کی ایک نہیں سنی اور محض دلاسے دے کر انہیں اس آفس سے نکال باہر کیا۔ جو اسی عوام کے پیسے سے بنا ہے اور اس کے ٹیکس سے تمہیں تنخواہ ملتی ہے۔ اس کجندر سنگھ نے بھی وہی کہنا ہے جو ہم تمہیں کہہ کر آئے ہیں۔ اب تم باہر کیا سننے آئے ہو؟"

اے سی پی نے باہر کھڑے تمام لوگوں کی طرف دیکھا، اس نے اپنی بے عزتی قطعاً محسوس نہ کی اور جسپال کو نظر انداز کرتے ہوئے کجندر سنگھ کی طرف دیکھ کر سکون سے بولا

"آئیں اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

اس پر کجندر سنگھ نے جسپال کی طرف دیکھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اسے اپنی بات منوانا چاہتا تھا، جس طرح وہ سوچ کر آیا تھا۔ جب جسپال نے ذرا سا بھی ریسپانس نہیں دیا تو وہ بڑھ کر جسپال کے پاس آیا اور منت بھرے لہجے میں بولا

"تم اگر چاہو تو ہم ابھی سکون سے کوئی معاملہ طے کر لیتے ہیں۔"

"لڑکی تو واپس کرنی ہے وہ بات تو ہوگی۔ میں صرف اس شرط پر تم سے سارا معاملہ طے کر لیتا ہوں۔" جسپال نے کہا تو وہ تیزی سے بولا

"کہو، کیا کہتے ہو؟"

"اس کے بیٹے کو تو تم واپس نہیں کر سکتے ہو، ہاں اس کے بدلے اپنی بیٹی دے دو۔" جسپال نے سکون سے کہا تو کجندر کا چہرہ یک بارگی سرخ ہو گیا جیسے کسی اسے گالی دے دی ہو۔

"جسپال۔! میں اگر سکون سے بات کر رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کوئی کمزور ہوں۔ میں معاملے کو حل کرنا چاہتا ہوں، وہ کرلو۔" اس نے غصے میں کہا

"تو پھر کیا کرو گے؟" جسپال نے طنزیہ لہجے میں کہا

"میں، تم سب کو دیکھ لوں ابھی اور اسی وقت؟" اس نے غصے میں کہا تو اس کی آواز خاصی بلند ہو گئی۔ جو وہاں کھڑے لوگوں اور پریس تک جا پہنچی۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ اب تمہیں ختم ہونا ہے۔" جسپال نے کہا اور اس کی کوئی بات سنے بغیر ملبیر سنگھ کے پاس آ گیا۔

"چلیں۔" ملبیر سنگھ نے پوچھا تو جسپال نے اے سی پی کی طرف دیکھ کر کہا

"ہاں، اب کچھ اور ہی کرنا ہوگا۔ یہاں کے لوگ بھی کرپٹ نکلے۔ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ لڑکی کو کس نے اغوا کرایا ہے۔ چلو۔"

یہ کہہ کر جسپال جانے لگا تو اے سی پی نے پریس کی طرف دیکھتے ہوئے غصے میں کہا

"اُو نوجوان۔! رکو، یوں بیان دے کر نہیں جا سکتے ہو، بتاؤ کون ہے وہ؟ رکو۔"

"تم مجھے روک بھی نہیں سکتے ہو۔" جسپال نے کہا

"میں تمہیں گرفتار کر سکتا ہوں۔" اے سی پی نے کہا

"تم مجھے گرفتار بھی نہیں کر سکتے۔ کیوں بھجندر سنگھ بولتے کیوں نہیں ہو؟" وہ نخوت سے بولا تو سبھی بھجندر سنگھ کی طرف دیکھنے لگے۔ جسپال آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے وہ ابھی گرفتاری دینے لگا ہو۔ وہاں کھڑا ہر بندہ حیران تھا کہ بھجندر سنگھ جیسا شخص اس کے سامنے خاموش کیوں ہے؟ کافی دیر تک جب کوئی نہیں بولا تو بھجندر سنگھ آگے بڑھا اور اس نے اے سی پی سے کہا

"جسپال ٹھیک کہہ رہا ہے، یہ اغوا اور قتل میرے ایک بندے سے ہوا۔ میں اسے آج ہی پیش کر دیتا ہوں۔" یہ کہنا ہی تھا کہ وہاں موجود ہر بندہ چونک گیا۔ پریس نے جلدی سے تصویریں بنانا شروع کر دیں۔ ایک ہلچل سی مچ گئی۔ اے سی پی حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"لڑکی لاؤ کہاں ہے؟" اس بار ملبیر سنگھ چیخ نے تیزی سے کہا

"وہ میرے پاس نہیں ہے۔ میں پیش کر دوں گا۔" اس نے کہا تو جسپال نے اے سی پی سے کہا

"اب اگر تم نے کچھ نہ کیا تو تیرے لئے بہت برا ہوگا۔ میں تمہیں صرف دو گھنٹے دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور اپنے لوگوں کو چلنے کا اشارہ کر کے کار کی جانب بڑھا تو اے سی پی نے کہا

"رکو جسپال،" یہ کہہ کر وہ بھجندر سنگھ کی طرف دیکھ کر بولا، "آپ کو پتہ ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔! مجھے پتہ ہے۔ آپ مجھے گرفتار کرو۔ وہ بندہ بھی یہیں ہے، وہ بھی گرفتاری دے گا۔" اس نے کہا تو پیچھے سے ایک شخص آگے آ گیا۔

اسی وقت ارد گرد کھڑے پولیس والوں نے اسے ہتھ کڑی لگا دی۔ یہ سب کچھ پریس کے سامنے ہوا۔ تصویریں بن گئیں۔ ایسے میں گجندر سنگھ کا فون بج اٹھا۔ اس کا ایک مصاحب آگے بڑھا اور فون اسے دے دیا۔

ایسے میں جسپال کا بھی فون بج اٹھا۔ نوتن کور نے بتایا کہ اس وقت لڑکی گجندر کی ایک فیکٹری میں موجود ہے۔ پولیس سے کہا جائے کہ وہ اسے وہاں سے بازیاب کرے۔ پورے پریس کے ساتھ۔ جسپال نے یہی بات اے سی پی سے کہی تو پریس سن رہا تھا۔ وہ سب لوگ اس جانب بھاگے۔ پولیس کو بھی وہاں جانا پڑا۔ جسپال بھی وہاں جا پہنچا۔ سہمی ہوئی لڑکی کو وہاں سے بازیاب کرایا گیا۔ وہیں سے جس وقت سب واپس نکودر تھانے آئے تب لڑکی کا بیان لکھا گیا۔ جس وقت وہ اوگی واپس آ رہے تھے، اس وقت نوتن نے بتایا کہ گجندر سنگھ کی بیٹی کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ اپنے گھر جا چکی ہے۔

راستے میں لڑکی نے بتایا کہ جس لڑکے سے اس کی بات چل رہی تھی۔ اس نے ملنے کو کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ جس پر اس لڑکے نے ضد بنا لی کہ وہ اسے اٹھا لے گا۔ وہ لڑکا گجندر سنگھ کے پاس کام کرتا تھا اور اسی دھندے میں ملوث تھا۔ دراصل وہ لڑکیوں کو آگے سمگل کرتے تھے۔ یہی اس کا بڑا دھندہ تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اور اپنے باس سے بات کی۔ اس نے لڑکی اٹھانے کو کہہ دیا کہ چند دن اسے اپنے پاس رکھنا، پھر اسے آگے بھیج دینا۔ اس دوران لڑکی کا بھائی قتل ہو گیا۔ یہی سر دردی بن گئی۔

وہ اس لڑکی کو آگے بات نہیں کر پائے۔ لڑکا اسے رام کرتا رہا، لیکن جس کا بھائی اس کے لئے قتل ہو چکا ہو، اسے کہاں ہوش تھا۔ وہ تو اپنے بھائی کے قاتلوں کو ختم کر دینا چاہتی تھی۔ گجندر اور اس کے لوگ لڑکی کا قتل بھی سوچ ہی رہے تھے کہ اس کی بیٹی اغوا ہو گئی۔ گجندر کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اتنا سر پھرا بھی ہو گا جو اس کے گھر تک جا پہنچے گا۔ وہ سمجھ گیا کہ بات بہت بڑھ جائے گی، وہ اس معاملے کو اپنے طریقے ہی سے حل کر لینا چاہتا تھا۔ مگر اسے پولیس کے سامنے اقرار کرنا پڑا۔ حالات ہی ایسے بن گئے۔ اس کے لئے فرار کی کوئی راہ نہیں تھی۔

جس طرح یہ سب ہو گیا تھا، جسپال کا دماغ نہیں مان رہا تھا کہ بات ابھی ختم ہوئی ہے۔ یا تنا سادہ اور سیدھا معاملہ نہیں تھا کہ وہ ختم ہو جاتا، وہ بہت دور تک سوچ رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے دماغ میں یہ بھی خیال تھا کہ کاش اس کے دوست بھی یہی سوچ رہے ہوں۔

وہ لوگ اوگی پنڈ پہنچ گئے۔ وہ لڑکی اپنے گاؤں پہنچ گئی۔ سہ پہر تک وہ اوگی پنڈ ہی میں رہا۔ وہیں لوگوں کے درمیان اس کا سارا وقت گذر گیا۔ بہت سارے سوال اٹھے، جس کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس کے والدین ہی لوگوں کو مطمئن کرتے رہے۔ سہ پہر کے بعد جس وقت جسپال اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں نوتن کا فون آ گیا۔

"وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ گجندر سنگھ نے بیٹی کے گھر پہنچتے ہی اپنا بیان بدل دیا ہے۔ اس نے پریس کو یہی بیان دیا کہ یہ سیاسی مخالفین کی چال تھی۔ اس کے وکیلوں نے اس کی ضمانت کروا لی ہے، اور اب وہ واپس اپنے گھر چلا گیا ہے۔ یہ پریس کانفرنس اس نے اپنے گھر کی ہے۔ اسے معلوم تھا کہ وہ یہی کرے گا۔ اس نے گجندر سے کہا بھی تھا۔ وہ......" نوتن کور نے کہنا چاہا تو جسپال نے بات کاٹتے ہوئے کہا

"بلدیو اتنا ہی نا سمجھ ہے کہ اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اب اسے میں دیکھوں گا، ان لوگوں سے کچھ بھی

نہیں ہوگا۔اب تک اسے شوٹ ہو جانا چاہیے تھا۔" جسپال نے غصے اور مایوسی میں کہا

" وہ شوٹ ہو گیا ہے۔" نوتن نے کہا

" کیا.....؟" اس نے تیزی سے پوچھا

" اس کے دو خاص بندے ہم نے پکڑے ہیں۔انہیں لے کر جالندھر فارم ہاؤس پر جا رہے ہیں۔رات تک وہیں آ جانا۔ میں تمہیں یہی بتانا چاہتی تھی۔" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

جسپال کو کافی حد تک سکون مل گیا تھا، لیکن ایک بے چینی اس کے اندر بڑھ گئی کہ یہ سب کیسے ہوا؟ یہ رات ہی کو پتہ چلنا تھا، جب وہ ان لوگوں کو ملتا۔اس نے اپنا سر جھٹکا اور گھر کی جانب جانے کے لئے رفتار تیز کر دی۔

اس وقت سورج مغرب میں ڈوب رہا تھا، جب وہ اوگی پنڈ سے نکل کر جالندھر کی جانب رواں تھا۔ اس کے ذہن پر وہ ٹی وی رپورٹ چھائی ہوئی تھی، جو اس نے کچھ دیر پہلے دیکھی تھی۔وہ اسے بہت بڑا سوشل ورکر قرار دے رہے تھے۔وہ یہ واقعہ تخریب کاری اور سیاسی مخاصمت سے بھی جوڑ رہے تھے۔یہ ممکن تھا کہ اسے سیاسی رنگ دے کر وہ انوجیت یا خود جسپال کی راہ کو روکا جاتا۔سیاست کے اس کھیل میں اس بندے کا زیادہ فائدہ ہونے والا تھا، جو اس کی جگہ پارٹی ٹکٹ لے کر الیکشن کے میدان میں اترتا۔اس کا پہلا ہدف انوجیت سنگھ ہوتا۔وہ اس سارے کھیل کو سمجھ رہا تھا اور اس کا توڑ بھی کرنا چاہتا تھا۔ انہی سوچوں میں الجھا وہ فارم ہاؤس جا پہنچا۔وہاں سب آ چکے تھے۔ وہ ان سے بڑے بھرپور انداز میں ملا

" ہلدیو، تم نے تو اس کا قصہ ہی ختم کر دیا۔کہو کیسے ہوا یہ سب" جسپال نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا

" اصل میں جس وقت ہمیں پتہ چلا تو کچھ ہی دیر بعد بچن کور نے مجھے بتایا کہ یہ اغوا وغیرہ کی واردات کیسے ہو رہی ہے، اس کی تفصیل تمہیں یہ بچن کور ہی بتا سکے گی۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لئے رکا، پھر کہتا چلا گیا،" خیر ہم وہاں سب نکودر پہنچے۔ہمارے وہاں پہلے ہی کافی سارے سورس تھے۔ایک گھنٹے میں ہمیں پتہ چل گیا کہ یہ کس کا کام ہے اور وہ کیوں کر رہا ہے۔پھر اس کی تصدیق ہوتی چلی گئی۔جیسے ہی کنفرم ہوا ہم نے سوچ لیا کہ اس کا علاج کیا ہونا ہے۔اور وہ ہو گیا۔"

" وہ تو وہاں بڑا طاقت ور سمجھا جا رہا تھا۔" جسپال نے پوچھا تو کرم سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا

" ان کی اولاد اتنی ہی سر پھری ہوتی ہے۔اس کی بیٹی کو پتہ ہے کہاں سے اٹھایا، ایک کلب سے جہاں وہ ناچ گانے میں مصروف تھی۔ان لوگوں کا خواہ مخواہ کا وہم ہو جاتا ہے کہ وہ شہر پر راج کر رہے ہیں۔"

" ہمیں پتہ تھا کہ اس نے پھر جانا ہے، اسی لئے اس کے بارے میں پوری طرح جان لیا۔یہ اپنی کرن کور اور سرجیت بڑے سکون سے گئے، وہ پریس کانفرنس کے بعد آرام کرنے اپنے کمرے میں گیا تھا۔انہوں نے وہیں اس کا کام کیا اور سکون سے باہر آ گئے۔اس وقت وہاں رش لگا ہوا تھا، کون کس کو جانتا تھا۔یہ جس وقت وہاں سے آ گئے تو انہیں پتہ چلا، ہم اس وقت تیرے پنڈ کے قریب تھے۔

سوچا ادھر چلیں، پھر جالندھر کی طرف نکل گئے۔" بلدیو نے سکون سے کہا

"یہ سب ہوا کیوں، وہ اغوا کیوں کرتا تھا؟"

"اسی بات کا تو تمہیں پتہ نہیں۔ میں بتاتی ہوں۔" بچن کور اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔ وہ کہتی رہی اور وہ سنتا رہا۔

بچن کور کی ایک بچپن کی سہیلی اس کے ساتھ کالج تک پڑھتی رہی۔ دونوں کی آپس میں بہت محبت تھی۔ گہری سہیلی ہونے کے باعث ان کا آپس میں کوئی راز راز نہ رہا تھا۔ وہ کالج ہی میں تھی کہ اس کی ایک لڑکے سے کافی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ یہ تعلق پروان چڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ لڑکے والوں نے اس کا رشتہ مانگ لیا۔ یہ رشتہ کسی وجہ سے آگے نہ چل پایا۔ پھر ایک دن وہ لڑکی گھر سے غائب ہو گئی۔ کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں ہے۔ فطری طور پر پہلا شک اسی لڑکے پر گیا۔ وہ دو شہر ہی میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی اس کے گھر والے۔ لڑکی کے گھر والوں نے لڑکی کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت تک بچن کور بھی مزید پڑھنے کے لئے امرتسر آ چکی تھی۔

یہ کوئی دو ماہ پہلے کی بات تھی۔ وہیں ایک دن اس کا آمنا سامنا اس لڑکی سے ہو گیا۔ وہ بہت بااعتماد تھی اور خوش تھی۔ اس کے ساتھ دوسری لڑکیاں بھی تھیں۔ لڑکی نے بچن کور کو بتایا کہ اس نے فورس جوائن کر لی ہے۔ اور ٹریننگ سے گذرنے کے بعد اس کی پوسٹنگ ہونے والی ہے۔ یہ پوسٹنگ کسی بارڈر پر ہو گی۔ بچن کور نے اسی وقت پوچھ لیا کہ وہ کہاں رہتی ہے اور واپس کیوں نہیں گئی وغیرہ۔ لڑکی نے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا اور اس کا فون نمبر لے لیا کہ وہ اسے کال کرے گی۔ چند دن بعد اس لڑکی نے بچن کور کو کال کی اور اسے اپنے انسٹیٹیوٹ میں بلا لیا۔ جہاں وہ لڑکی ٹریننگ لے رہی تھی۔

"تمہاری اس کہانی کا ہمارے گاؤں کی لڑکی سے کیا تعلق؟" جسپال نے اکتاتے ہوئے کہا

"ہے، بہت گہرا تعلق ہے، تم صبر سے سنو۔" بچن کور نے تختی سے کہا تو وہ خاموشی سے سننے لگا۔ "میں ایک ماہ اس کے پاس جاتی رہی۔ اس سے ملتی رہی۔ میری سہیلی وہ نہیں رہی تھی۔ وہ معصومیت ختم ہو چکی تھی اس میں، اس کی جگہ ایک پختہ کار ایجنٹ بن گئی تھی۔ کوئی عام ہوتا تو شاید اندازہ نہ کر پاتا۔ مگر میں بھانپ گئی۔ وہاں بہت ہی خاص قسم کی ٹریننگ دی جا رہی ہے۔ میں نے اس میں دلچسپی لی اور پتہ چلا کہ یہ کوئی معمولی تربیت نہیں ہے۔"

"کیا ہے وہ، کیا اب بھی جاری ہے؟" جسپال نے پوچھا تو وہ بولی

"ہاں اب بھی جاری ہے اور اس کی پہلی کھیپ، جس میں میری سہیلی شامل ہے وہ مختلف ملکوں میں پہنچا دی گئی ہیں۔ اگلی کھیپ تیار ہو رہی ہے۔" یہ کہہ کر وہ سانس لینے کے لئے رکی پھر تیزی سے بولی۔ "اس تربیت کے لئے لڑکی کا خوبصورت ہونا لازمی ہے، باقی کی وہ پوری کر لیتے ہیں۔ اب تم جانتے ہو کہ تمہارے گاؤں کی لڑکی کچھ نہیں بہت خوبصورت ہے۔ پنجاب میں بہت سارے ایسے دلال ہیں جو ایسی لڑکیاں اس ادارے کے لئے تلاش کرتے ہیں۔ شادی کا بہانہ بنا کر یا بھگا کر یہاں پہنچا دیتے اور وہ یہاں باہر کے ملکوں کے لئے تیار ہوتی ہیں۔ ان دلالوں میں یہ ایک جگندر سنگھ بھی تھا۔ جیسے ہی مجھے پتہ چلا تو میں نے بلدیو کو ساری بات بتا دی۔ میں نے ایسے ہی دو

دلال پہلے ہی پھڑکا دیئے ہوئے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے یہ بھی اسی ادارے میں جانے والی تھی؟" جسپال نے پوچھا

"ہاں یہ وہیں جانے والی تھی۔ اگر اس کا بھائی قتل نہ ہوتا تو یہ اب تک وہاں جا چکی ہوتی۔" بیچن کور نے بتایا

"کیا وہ کوئی ذہنی تبدیلی کرتے ہیں جس سے......" جسپال نے پوچھنا چاہا تو بیچن کور بولی

"وہ کچھ بھی کرتے ہیں، لیکن لڑکی کی پوری بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں یہ تو وہی لڑکی بتا سکتی ہے، جس نے تربیت لی ہو یا پھر وہ تربیت دینے والے۔ مگر یہ ایک بہت بڑا پلان ہے۔ اب وہ ادارہ، بھنڈر کے معاملے میں ذرا بھی دل چسپی نہیں لے گا۔ پہلے دو کے بارے میں بھی نہیں لی۔ لیکن جس ادارے کے تحت یہ سب چل رہا ہے، وہ دلچسپی ضرور لے گا۔"

"چلو، وہ جو ہوگا سو ہوگا۔ اب کیا کرنا ہے۔" جسپال نے پوچھا تو بلدیو نے کہا

"کوئی نہیں، ادھر ہی ہیں۔ جو بھی سر اٹھائے گا، اسے دیکھ لیں گے۔ اور ہاں، تیرے پنڈ والا تھانیدار، اسے کچھ سبق دیں گے۔ تاکہ وہ تمہیں ہی پرو ٹوکول دے۔"

اس پر سب نے قہقہہ لگا دیا۔ پھر باتیں کرنے لگے۔ تب جسپال سنگھ نے ایسے ہی بیچن کور سے پوچھا

"تمہاری وہ سہیلی کہاں ہے اس وقت؟"

"پاکستان میں، شاید لاہور میں۔" بیچن کور نے بتایا تو نوتن کور نے کہا

"اس بارے تفصیل معلوم ہو تو بتاؤ، پتہ کر لیں گے۔" اس پر بیچن کور نے سر ہلاتے ہوئے کہنا چاہا تو جسپال نے پوچھا

"نکودر دو بندے لائے ہو یا ابھی وہیں ہیں؟"

"ہیں، ادھر سرونٹ کوارٹر میں، ان سے بہت کچھ اگلوانا ہے، وہ ذرا ٹھیک ہو جائیں بتانے کے لئے۔" کرن کور بولی تو نوتن نے پھر یاد دلایا

"بیچن ہم اس لڑکی کے بارے میں بتا رہی تھی، میرا مطلب سندیپ کے بارے میں۔"
تبھی وہ اس کے بارے میں بتانے لگی۔

☆......☆......☆

وہ ایک ٹھنڈی شام تھی۔ جس وقت ہم لاہور پہنچے۔ اس وقت تک مجھے یہ شدت سے احساس ہوا کہ اب سارے لوگ یہاں سے چلے گئے ہیں۔ اگرچہ ایسے ہی کسی وقت کے لئے میں نے بہت سارے ٹھکانے بنا رکھے تھے۔ لیکن جس طرح ایک جھٹکے سے یہ سب کچھ ختم ہو گیا تھا، اس نے مجھے سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں ولید کا خیال آیا۔ وہ کہاں ہوگا؟ میں نے اسے فون ملایا تو اس نے رسیو کر لیا

"جی، بہت دنوں بعد آپ نے مجھے یاد کیا۔"

"کہاں ہو؟" میں نے پوچھا

"اپنے آبائی گاؤں۔آپ فرمائیں، میں حاضر ہو جاتا ہوں۔" اس نے تیزی سے کہا

"کب تک پہنچو گے؟" میں نے پوچھا

زیادہ سے زیادہ دو، اڑھائی گھنٹے لگیں گے۔" اس نے کہا تو میں نے اسے کل آنے کے لئے کہہ دیا۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد ہم ماڈل ٹاؤن کے علاقے میں جا پہنچے۔ پھر اگلے چند منٹ میں ہم اسی سیف ہاؤس میں آ چکے تھے، جو چار کنال کی کوٹھی میں تھا۔ یہاں پر بھی گیت نے اپنا پروڈکشن ہاؤس بنانا تھا۔ وہاں پر چند لوگ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے کار گیراج میں کھڑی نہیں کی بلکہ اسے یوں پورچ میں کھڑی کی کہ اگر ایک دم سے بھی نکلنا پڑے تو نکل جائیں۔ ہم اوپر ایک لگژری قسم کے کمرے میں چلے گئے۔ جہاں ہر طرح کی سہولت تھی۔ میں یہاں خود کو خاصا محفوظ سمجھ رہا تھا۔

اگرچہ بانیتا کور میرے ساتھ سارے راستے باتیں کرتی ہوئی آئی تھی۔ لیکن وہ ساری باتیں ہمارے اپنے متعلق تھیں۔ وہ اپنے بارے میں بتاتی رہی اور میں اپنے بارے میں کہتا رہا۔ وہ بیڈ پر پھیل کر لیٹ چکی تھی۔ اور میں اس کے پاس ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ تبھی اس نے گہرے لہجے میں پوچھا

"جمال، یہ اچانک تمہارے ہاتھ سے سب کچھ کیسے نکل رہا ہے، وہ سب لوگ جو تمہارے ارد گرد تھے چلے گئے۔ اب کیا کرو گے؟"

"وہی جو میرا دل چاہے گا۔ جو میں نے سوچ لیا ہے اور اس کی گواہی میرے دل نے دے دی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ خاموش رہی، تب میں کہتا چلا گیا،" وہ مجھے چھوڑ کر نہیں گئے، بلکہ میں نے انہیں خود سے الگ کیا ہے۔ کیونکہ میں اب محسوس کر رہا ہوں کہ حالات بدلنے لگے ہیں۔ تعمیر کے لئے ٹوٹ پھوٹ ضرور ہوتی ہے۔ میں شاید اب کسی دوسری دائرے میں جا رہا ہوں۔"

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے اٹھتے ہوئے کہا

"دیکھو۔ اسب لوگ جو یہاں سے چلے گئے، کیا تم نہیں سمجھتی ہو کہ میرا دائرہ پھیل گیا؟" میں نے کہا تو وہ سوچتے ہوئے بولی

"ہاں یہ تو ہے۔"

"اور دیکھو۔ وہ باس جو ایک نادیدہ قوت کی طرح ہے، وہ آیا اور تو یکسر حالات بدل گئے۔ وہ نادیدہ قوت جو ہمیں ختم کرنے کے درپے تھی، وہ نہیں توڑ پائی، بلکہ میں تو یہی کہوں گا کہ رب کی مرضی یہی ہے کہ وہ ہمیں کچھ نہیں کر پائے۔ سبھی اپنی اپنی جگہ محفوظ ہو گئے۔ ہوتا یوں کہ انسان اپنے سوچنے، فیصلہ کرنے اور عمل میں آزاد ہونے کے باوجود جب رب تعالی کے نظام میں داخل ہوتا ہے، اس کی منشا اور مرضی کے خلاف جاتا ہے تو پھر بے بس ہوتا ہے۔" میں نے اسے سمجھایا تو وہ سوچتے ہوئے بولی

''اس نے اتنے اٹیک کیے، اور تم بچ گئے۔ اب وہ تم تک نہیں پہنچ پایا اور نہ ہی تم اس تک پہنچ سکے ہو، ایسا کیا ہے، کچھ سمجھ میں آیا؟''

''ہاں، اور کچھ ہو نہ ہو، یہ جو کل پرفیوم کی شیشی ٹوٹی ہے، اس خوشبو کا بہت بڑا ہاتھ ہے کہ وہ کل سے مجھے ٹریس نہیں کر پایا۔ یہ بات مجھے اُس وقت سمجھ میں آئی ہے جب سندر لعل نے اس مہک کا تحفہ دیا۔ یقین جانو، یہ بھی ربّ کی طرف سے ہے۔ میں باس کی نگاہوں سے چھپ گیا، اس کا تعلق اس خوشبو سے ضرور ہے۔ اب سمجھنا یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا اور کیسے ہوا؟'' میں نے کہا تو اینا کور ایک دم سے مسکرا دی پھر بولی

''یقین جانو جمال، آج صبح سے میرے دماغ میں یہ خیال کئی بار آیا ہے۔ لیکن میں تم سے اس لئے نہیں کہہ پائی کہ شاید تم میرا مذاق اڑاؤ۔ چل اب کچھ نہیں ہوتا۔ ربّ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کیا پرواہ۔ اب یہ دیکھ کہ اس باس کے بچے کو تلاش کیسے کرنا ہے؟''

''وہ بھی ہو جائے گا۔'' میں نے کہا اور اروند کو فون ملایا۔ اس نے چند بیل بعد فون رسیو کر لیا۔ تو میں نے پوچھا، ''ہاں سنا، کچھ پتہ چلا؟''

''ہم نے سوفٹ ویئر بنا لیا ہے۔ اس کا تجربہ جاری ہے۔ یہ نمبر کبھی ایمسٹرڈم میں ملتا ہے اور کبھی دوبئی میں۔ اس کی لوکیشن مختلف جگہوں سے مل رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف ایک دو دن میں اسے تلاش کر لوں گا۔'' اروند نے کسی حد تک شرمندہ سے لہجے میں جواب دیا

''چلو کوئی بات نہیں، تم کوشش تو کر رہے ہو نا، سمن کو کسی بلیک مارکیٹ سے بھی نہیں ملا؟'' میں نے پوچھا

''وہ تو بہت کوشش کر رہا ہے، لیکن نہیں ملا۔ بہر حال اگر ہم خود کوئی سوفٹ ویئر بنا لیں گے تو اس کا توڑ بہت مشکل ہوگا، یہ ہمارے ہی کام آئے گا۔ کسی دوسرے کے پاس نہیں ہوگا۔'' اس نے امید افزا انداز میں کہا تو کچھ دیر یونہی گپ شپ لگانے کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔

میں نے فون بند ہی کیا تھا کہ اشفاق چوہدری کا فون آ گیا۔ میں نے کال رسیو کی تو اس نے بتایا

''یار وہ لوگ مسافر شاہ کے تھڑے سے چلے گئے ہیں، سارے کے سارے، وہ ملنگ بھی انہی کے ساتھ چلا گیا ہے۔''

''چلو اچھا ہوا۔ اب ان کی طرف سے کوئی ٹینشن نہیں ہوگی۔'' میں نے کہا

''میں نے ان کے پاس بندے چھوڑے ہوئے تھے۔ وہ اس وقت تک وہیں رہے جب تک وہ چلے نہیں گئے۔ جس وقت وہ چل دیئے تھے، اس وقت سندر لعل نے ایک خط دیا ہے تمہارے نام، جاتے ہوئے انہی دو بندوں کو تھما گئے تھے۔ وہ ابھی لائے ہیں میرے پاس۔''

''تو پڑھ کے سنا دو۔'' میں نے کہا

''کاش میں اتنا پڑھا لکھا ہوتا۔ یہ انگریزی میں ہے۔ میں ایسے کرتا ہوں، اس خط کی تصویریں تمہیں ابھی بھیج دیتا ہوں، تم اسے پڑھ لو۔'' اس نے کہا

"چلو بھیج دو۔" میں بولا تو اس نے فون بند کر دیا۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے وہ خط تصویروں میں بھیج دیا۔

"کیا لکھا ہے۔" بانیتا کور اٹھ کر بیٹھ گئی تو میں پڑھا

"محترم جمال۔ امیں نے کہا تھا نہ میرے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر میں اس احسان کا بدلہ دوں گا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ میرے جانے کے بعد آپ میرے احسان مند ہوں گے تو میں ایک اہم بات بتا رہا ہوں، جس سے انسانیت کا بہت بھلا ہونے والا ہے۔ میں نے جو پہلی دوا تیار کی تھی، اس وقت میرے ذہن میں یہ تھا کہ وہ لوگ جو عادی مجرم ہیں اور انسانیت کے لئے قاتل ثابت ہو رہے ہیں، ان کا ذہن بدلنے کے یہ دوا استعمال کرائی جائے۔ انسانیت کی بھلائی کے لئے ذہین لوگوں کو اور زیادہ ذہین بنایا جائے۔ لیکن ہوا کیا اس کے اُلٹ۔ میری اس دوا کے بل بوتے پر ایک ایسی فورس تیار کی جا رہی ہے، جو دوسرے ملکوں میں جا کر تخریب کاری کریں۔ میرے ملک میں ایسا ہی ہو رہا ہے اور اس فورس کی تیار کردہ کچھ لڑکیاں تمہارے ملک میں بھی آ چکی ہیں۔ مجھے یہ تو نہیں پتہ کہ مقامی بندہ کون ہے۔ لیکن یہ تو کر سکتا ہوں کہ تمہیں آگاہ کر دوں۔ میں نے جو دو شیشیوں کے ساتھ خط تمہیں دیا ہے، اس میں ان دواؤں کا فارمولا تمہیں لکھ کر دے دیا ہے۔ یہ فارمولا پہلی دوا کے ساتھ ہی دوسری دوا کا بھی لکھا ہوا ہے۔ ان کے بارے میں تفصیل بھی درج ہے کہ یہ کیسے استعمال کرنا ہوگا۔ اگر ضرورت پڑے تو مزید بنا سکتے ہیں۔ ورنہ میں تو حاضر ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ امن، صرف طاقت کے توازن ہی میں پوشیدہ ہے۔ امید ہے میرے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا یہ اچھا بدلہ ہو سکتا ہے۔ میں نے یہ خط اس لئے دیر سے دیا ہے کہ تم مجھے اب روک نہ سکو۔ بھگوان کے لئے روکنا بھی نہیں۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ رابطہ کروں گا۔"

میں خط پڑھ چکا تو کچھ دیر تک اس کے اثر میں رہا۔ پھر بانیتا کور کی آواز پر چونکا

"کافی پر اسرار آدمی تھا۔"

"ہوں، دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور سوچ میں ڈوب گیا۔ مجھے اب کسی کیمسٹ کو تلاش کرنا تھا جو بہت زیادہ تجربے کار ہو اور وہ اس فارمولے کے مطابق کام کر سکتا ہو۔ اس وقت میرے ذہن میں دور تک کوئی ایسا بندہ نہیں تھا۔ میں نے صبح اس بارے معلومات کا سوچا اور سونے کی تیاری کرنے کے لئے اٹھ گیا۔ اسی وقت جسپال کا فون آ گیا۔ حال احوال کے بعد اس نے کہا

" یار، تمہارے لاہور میں ایک لڑکی رہتی ہے۔ یہاں تو اس کا نام سندیپ کور تھا، اسے پکڑنا ہے۔ اس کے پیچھے لوگوں کا پکڑنا ہے، میں اس کا پتہ اور تصویر بھیج رہا ہوں، وہ ہماری ایک بہت اچھی دوست کی سہیلی ہے۔"

"تمہاری دوست کی سہیلی، ویسے کون ہیں وہ لوگ؟" میں نے پوچھا تو اس نے اختصار کے ساتھ وہ ساری کہانی سنا دی۔ پھر کہا

"یہ ٹھیک لوگ نہیں ہیں، اس کی آڑ میں کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں دیکھ لیتا ہوں۔" میں نے کہا اور فون سے تصویر دیکھنے والا آپشن کھولتے ہوئے کہا۔ اس پر بانیتا کور نے میرے چہرے پر دیکھتے ہوئے کہا

"لگتا ہے کوئی کام نکل ہی آیا۔"

"ہاں لگتا تو ایسے ہی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے اسے وہ سب بتا دیا جو جسپال سنگھ نے مجھے بتایا تھا۔اس نے بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے کہا

"امرتسر، وہاں کہاں؟ میری نگاہ میں تو ایسا کوئی ادارہ نہیں، کہاں ہو سکتا ہے؟"

"یہ تم جانو اور تمہاری یادداشت۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو دیکھ لیتے ہیں۔" اس نے لاپرواہی کے سے انداز میں کہا اور اس لڑکی کی تصویر دیکھنے لگی۔ سندیپ کور اچھی خاصی حسین لڑکی تھی۔ بھرا بھرا جسم، گول چہرہ، موٹی نیلی آنکھیں، تکوار ناک اور پتلے پتلے رسیلے لب۔ چند لمحے دیکھتے رہنے کے بعد میں نے طارق نذیر کو فون کیا۔ وہ شاید میرے ہی انتظار میں تھا۔

"وہ ٹاؤن میں جو حادثہ ہوا، اس بارے تمہیں کچھ معلوم نہیں ہوا ہوگا؟" میں نے اس سے پوچھا

"صرف اتنا کہ چند لوگ آئے اور حملہ کر کے غائب ہو گئے۔"

"چلو، اب تم ایسا کرو، اپنے چند لوگ ساتھ لو، جب تیار ہو جاؤ تو مجھے بتانا، بہت ہی اہم مشن تمہارے ذمے لگا رہا ہوں۔"

"جی میں تیار ہوں جہاں کہیں گے پہنچ جائیں گے۔" اس نے کہا تو میں نے اسے پتہ بتاتے ہوئے کہا

"میں وہیں تمہیں ملوں گا۔ میرے ساتھ میری ایک ساتھی بھی ہوگی، ہوگی کا مطلب ہوگی۔"

"جی میں سمجھ گیا، میں نکل رہا ہوں۔" اس نے کہا تو میں نے فون بند کر دیا۔ ہمیں وہاں سے نکلنے میں پانچ منٹ سے بھی کم وقت لگا۔ شہر کا پل پار کرتے ہی میں نے طارق کو فون کیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی طرف ہی جا رہا تھا۔ میں نے ایک پوائنٹ پر اسے رُک جانے کو کہا۔ کچھ ہی دیر بعد ہم آپس میں جا ملے۔ اس کے ساتھ چار آدمی تھے۔ وہیں ساتھ میں ایک مارکیٹ تھی۔ وہاں موجود ایک ریسٹوران میں ہم جا بیٹھے۔ دو بندے اس گھر کی جانب بھیج دیئے تاکہ ایک چکر لگا آئیں۔ طارق بار بار ہانیتا کور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جس پر وہ محض ہنس کر رہ گئی۔

"میں اصل میں یہاں اس لئے رکا ہوں کہ پلان کے بارے میں بات کر کے کلیئر ہو جائیں۔" یہ کہہ کر میں ان کی طرف دیکھا اور پوچھا،"اس علاقے میں تم لوگ گھروں کے بارے میں جانتے ہو، سیکورٹی بھی ہوگی اور اندر سے کچھ بھی نکل سکتا ہے۔"

"اس کا میں نے بندوبست کیا ہے۔ پولیس فورس کی مدد لی ہے، اگر آپ کہیں تو انہیں بلوا لیں۔" طارق نے پوچھا تو میں نے کہا

"اگر اندر سے مزاحمت ہوئی تو، ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ وہاں کیا ہوگا۔"

"میں کہتا ہوں، آخر اس آپریشن کے بارے جواب بھی تو دینا ہوگا۔" اس نے فون سیدھا کرتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے لیکن یہ لڑکی ہر حال میں زندہ چاہئے۔" میں نے سیل فون پر اس کی تصویر دکھاتے ہوئے کہا۔ سب نے تصویر دیکھ

لی۔ایسے میں ان دو بندوں کی طرف سے کال آ گئی، جنہیں گھر دیکھنے کو بھیجا تھا۔طارق نے وہ کال سنی، پھر بتایا

"وہاں مکمل خاموشی ہے۔گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں، ممکن ہے اندر ہو۔وہ کوٹھی صرف سامنے سے کھلی ہے، باقی تین اطراف میں گھر ہیں۔"

"چلو نکلیں۔"میں نے کہا تو ہم سب وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

وہ سڑک مین روڈ سے دائیں جانب نکلی تھی۔دور تک جاتی ہوئی اس سڑک پر سٹریٹ لائیٹ کی ملگجی روشنی تھی ۔ وہ کوٹھی آگے جا کر دائیں جانب آٹھواں تھا۔وہ ایک کنال پر تھی، جس کے وسط میں رہائشی عمارت تھی۔میں نے اس کوٹھی کے عین سامنے جا کر کار روکی۔ تب تک ہم دونوں اسلحہ سے لیس ہو چکے تھے۔ہم نے جو جیکٹیں پہنی تھیں۔اس میں سب کچھ تھا۔ہم دونوں نکلے اور گیٹ پر چلے گئے۔اس دوران ایک لڑکا باونڈری وال پر چڑھ گیا۔اس نے اندر دیکھا، کوئی نہیں تھا۔بانیتا کور نے اسے اشارہ کیا کہ اندر سے جا کر گیٹ کھول دے۔وہ اندر کود گیا۔کچھ ہی دیر بعد اس نے گیٹ کھول دیا۔میں اندر چلا گیا۔باقی میرے پیچھے آ گئے، دو بندے گیٹ کے پاس رک گئے۔

میں داخلی دروازے پر پہنچا اور اسے کھولا، وہ کھل گیا۔اندر سامنے صوفے پر دو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت تھی، دوسرا مرد تھا جو سامنے دیوار پر لگے ٹی وی میں کھوئے ہوئے تھے۔جہاں کوئی ڈرامہ چل رہا تھا۔میں اور بانیتا کور دبے قدموں ان کے سر پر جا پہنچے اور پسٹل کی نال ان کے سروں پر رکھ دی۔وہ ایک دم ہی سے سہم گئے۔عورت کی تو گھگھی بندھ گئی۔وہ دونوں گھر کے مالک نہیں لگ رہے تھے

"جی جی، خدا کے لئے ہمیں کچھ نہ کہیں۔"مرد ہمت کر کے بولا

"گھر میں اور کون کون ہیں؟"بانیتا کور نے پوچھا

"کک......کک......کوئی نہیں، صاحب اور بیگم پارٹی میں گئے ہوئے ہیں۔"مرد نے کہا

"کب آئیں گے؟"میں نے پوچھا

"پتہ نہیں جی، کب آتے ہیں۔"اس نے جلدی سے کہا تو میرے ساتھ کھڑے ایک بندے نے میرا اشارہ پا کر انہیں باندھنا شروع کر دیا۔پھر انہیں کمرے میں لے گئے۔طارق سمیت اب افرادم ہو گئے کہ اندر کیا ہوا۔میں جلدی سے بیڈ روم میں گیا۔وہاں سامنے دیوار پر شادی کی تصویر لگی ہوئی تھی۔سندیپ کور عروسی جوڑے میں غضب ڈھا رہی تھی۔بانیتا کور کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ وہی ہو سکتی ہے۔میں نے فوراً طارق کو بتایا اور نئی ہدایت دے دیں۔جس سے ان کی آمد کو بالکل فطری کر دیا گیا تھا۔جیسے انہیں احساس ہی نہ ہو کہ اندر کوئی ہیں۔یہ سب کرنے کے بعد گھر کی تلاشی لی جانے لگی۔تقریباً ایک گھنٹے کی بھرپور تلاشی کے بعد ایک کمرے سے کچھ اسلحہ ملا، اچھا خاصا زیور، بڑی تعداد میں نوٹ، ایک ڈائری، لیپ ٹاپ، اسکے علاوہ دوسرا ایسا کوئی سامان نہیں ملا جس سے وہ مشتبہ ثابت ہو سکیں۔جہاں نوٹ تھے، وہاں سے دو پاسپورٹ بھی ملے، سندیپ کور کا نام اس پاسپورٹ پر سائرہ تھا، اور اس کے شوہر کا نام خرم اقبال تھا۔مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ادھر ہی ہے۔

رات کے دو بجنے کو آ گئے لیکن ان کا پتہ نہ تھا۔ تقریباً سوا دو بجے کے قریب باہر سے اشارہ مل گیا کہ وہ آ گئے ہیں۔ سبھی الرٹ ہو گئے۔ گھر کے اس ملازم کو بتا دیا تھا کہ اگر اس نے ہمارے کہنے کا ذرا سا بھی انکار کیا تو موت کے حوالے ہوگا۔ اس کی بیوی ہمارے پاس تھی۔ باہر اس نے کار روکی اور ہارن دینے لگا۔ تبھی اسی ملازم نے جلدی سے گیٹ کھول دیا۔ تو وہ اپنی گاڑی سمیت اندر آ گیا۔ اس وقت تک ہم داخلی دروازے کے پیچھے آ گئے تھے۔ وہ نشے میں تھا۔ اس لئے جلدی سے اندر آنا چاہتا تھا۔

سندیپ کور تصویر سے زیادہ حسین تھی۔ اس نے جو لباس پہنا ہوا تھا، اس میں وہ آدھی سے زیادہ برہنہ تھی۔ بلاشبہ اس نے بھی پی رکھی تھی۔ وہ جیسے ہی جھولتی ہوئی اپنے شوہر کے ساتھ اندر آئی، ان کی کنپٹی پر پسٹل رکھ دیا گیا۔ ان کے لئے یہ اچانک تھا، خرم تو کوئی مزاحمت نہ کر سکا لیکن سندیپ نے اضطراری طور پر اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے وہ تربیت یافتہ تھی۔ لیکن بانیتا کور نے اسے گردن سے پکڑا اور زور سے قالین پر پھینک دیا، پھر پسٹل اس کے ماتھے پر رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

''اب کوئی حرکت مت کرنا سندیپ کور۔ ورنہ تیرا بدن چھلنی کر دوں گی۔''

اس کے یوں کہنے پر وہ حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ تب تک دوسرے لوگ بھی آ گئے۔ انہوں نے تیزی سے دونوں کو باندھا اور خرم کو باہر کھڑی ہائی ایس وین میں ڈال دیا۔ جبکہ سندیپ کور کو ہم لے گئے۔ بعد والوں نے ان دونوں ملازمین کو بھی اٹھا لیا۔ وہ اسی کارروائی میں تھے کہ ہم وہاں سے نکل پڑے۔

آدھے گھنٹے میں ہم اسی سیف ہاؤس میں آ چکے تھے۔ سندیپ کور کو ایک کمرے میں لے جا کر ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ ہمارے سامنے تھی۔ اس کی آنکھوں میں رتی بھر خوف نہیں تھا۔ یوں جیسے وہ مجھے انتہائی نفرت سے دیکھ رہی ہو۔ مجھے اس کی آنکھیں دیکھ کر وہ لوگ یاد آنے لگے، جنہوں نے ریستوران میں مجھ پر حملہ کیا تھا اور وہ میری طرف یوں دیکھتے رہے تھے۔

''کیا چاہتے ہو مجھ سے؟''

''کچھ نہیں، ہم نے تو تجھے بچایا ہے۔'' بانیتا کور نے کہا تو وہ نفرت سے بولی

''ایسا نہیں ہو سکتا۔'' وہ سر مارتے ہوئے بولی

''کیوں، ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟'' بانیتا کور نے کہا

''پھر مجھے اس طرح باندھا کیوں ہوا ہے، اگر تم لوگ میرے ہمدرد ہو تو مجھے کھول دو۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی

''کھول دو۔'' میں نے کہا تو بانیتا کور نے ایک نگاہ میری طرف دیکھا اور پھر اسامنہ بنا کر اسے کھولنے لگی۔ اسے کھولنے کی دیر تھی۔ وہ انتہائی تیزی سے یوں نکلی جیسے بجلی کوند گئی ہو۔ اس نے ایک ہاتھ بانیتا کور کی تھوڑی کے نیچے گردن پر رکھا اور اسے پرے دھکیل دیا۔ بانیتا لڑکھڑا گئی، اس نے اسی لڑکھڑاہٹ کا فائدہ اٹھایا اور اپنا گھٹنا اس کے پیٹ میں مارا، وہ دوہری ہو گئی، سندیپ نے اپنی کہنی اس کے سر پر ماری اور اسے گرا دیا۔ بانیتا کور کو امید نہیں تھی کہ وہ ایسا کرے گی یا کر سکتی ہے۔ اسی لمحے سندیپ نے چھلانگ لگائی اور دروازے کی

جانب بڑھنا چاہا۔ تب تک بانیتا کور اٹھ گئی تھی اور وہ تیر کی سی تیزی کے ساتھ اس پر جھپٹی، میں حیرت زدہ رہ گیا۔ سندیپ یوں اس کی پہنچ سے نکل گئی کہ وہ اس چھو بھی نہ سکی۔ بانیتا کور غصے میں آ گئی تھی اور یہی غصہ ایک فائیٹر کے لئے جان لیوا ہوتا ہے۔ سندیپ گھومی اور اس نے بانیتا کو بڑھا ہوا بازو پکڑ لیا۔ پھر ایک جھٹکا دیا، وہ پھر لڑھک گئی۔ اس بار سندیپ نے حملہ نہیں کیا بلکہ مجھے نگاہ میں رکھتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی۔ اس نے میرے اور دروازے کے فاصلے کا تعین کر لیا تھا۔ اسی مناسبت سے وہ آگے بڑھی تھی۔ مجھے لگا کہ وہ باہر نکل جائے گی، میں اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس نے مجھے دور رکھنے کے لئے اپنے ہاتھوں کو یوں بڑھایا کہ جیسے وہ مجھ پر حمہ کرے گی۔ میں جیسے ہی اس کے قریب گیا اس نے پوری قوت سے کھڑی ہتھیلی میرے منہ پر مارنا چاہی، میں اسے جھکائی دے گیا۔ لیکن اس کی انگلیاں میرے چہرے کو چھو گئیں۔ تبھی میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن پکڑ لی۔ وہ پیچھے کی طرف زور لگانے لگی تو میں نے اس کو چھوڑ دیا وہ لڑھک کر فرش پر گری، پھر جیسے ہی جمپ لگا کر اٹھی اور باہر کی طرف کودتے ہوئے پوری قوت سے پنچ میرے منہ پر مارا۔ تبھی میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر گرفت میں لے لیا۔ یہ سب کچھ انتہائی تیزی سے ایک منٹ سے بھی کم وقت میں ہوا۔ میں نے محسوس کی جیسے سندیپ کی جان ہی نکل گئی ہو۔ اس کا جسم ایک دم سے ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ یوں میرے ساتھ لگ گئی جیسے میرے بدن میں گھس جانا چاہتی ہو۔ میں نے اس کے چہرے پر دیکھا، اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ یوں خمار آلود انداز میں میرے ساتھ چمٹ گئی جیسے وہ بھرپور نشے میں ہو۔ میں چونک گیا کہ اسے کیا ہوا۔ اس وقت تک بانیتا کور اٹھ گئی تھی اور تیزی سے سندیپ کی طرف آئی۔ اس نے آتے ہی اسے گردن سے پکڑا اور کھینچ کر پیچھے کی طرف لے گئی، سندیپ نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی، بانیتا کور بھی اس کے ڈھیلے اور بے جان جسم کو محسوس کر کے حیران ہو گئی۔ اس نے سندیپ کو مارا نہیں بلکہ اسے چھوڑ دیا۔ وہ ایک لمحہ کو یونہی بیٹھی رہی، پھر یوں اٹھی جیسے نشے میں ہو۔ اس نے میری جانب دیکھا اور میری طرف آ گئی۔ میں کھڑا رہا۔ وہ میرے ساتھ لگ گئی۔ پھر اپنا چہرہ آہستہ آہستہ میرے سینے سے رگڑنے لگی۔ کچھ ہی لمحوں بعد اس کے منہ سے سسکاریاں نکلنے لگیں جیسے وہ بے تحاشا لذت محسوس کر رہی ہو۔ میں اس کی یہ حرکت قطعاً نہیں سمجھ سکا۔ میں نے اس دونوں کاندھوں سے پکڑا اور اسے لے جا کر کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ یوں میری جانب دیکھنے لگی، جیسے کسی پیاسے کے منہ سے پانی کا پیالہ ہٹا لیا جائے۔ اس کی آنکھوں میں محبت کی بجائے ایسی قربان ہونے والی چاہت جھانک رہی تھی کہ میں ایک لمحے کے لئے چکرا گیا۔ اسے ہوا کیا ہے؟ یہی سوال میرے ذہن میں گردش کرنے لگا۔ تبھی بانیتا کور نے اس کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ مارتے ہوئے پوچھا

"کیا ہوا تجھے؟"

"کچھ نہیں، اب جو چاہو کرو، میرا بدن حاضر ہے۔" سندیپ نے میری طرف یوں دیکھ کر کہا جیسے اس نے اپنا آپ مجھے سونپ دیا ہو۔ بانیتا کور نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس سے پھر پوچھا لیکن میری سمجھ میں سندر لعل کی بات گونج گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ یہ مہک صنف نازک کو پاگل کر دینے والی ہے۔ کیا سندیپ اس قدر پاگل ہو گئی ہے؟ بانیتا کور بھی تو صنف نازک سے تعلق رکھتی ہے، اس پہ کیوں

نہیں ہوا؟ میں نے بانیتا کور کو اشارہ کیا، وہ باہر نکل گئی۔ میں اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے محبت پاش نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور بولی

”کوئی اتنی جلدی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا، میرا اپنا ہی کوئی مجھے پہچان سکتا ہے۔“

”میں تو تمہارا اپنا نہیں ہوں، تم نے کیسے جان لیا کہ میں تمہارا اپنا ہوں۔“ میں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

”یہ مہک دنیا میں کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا۔ یہ صرف ہمارے ہی لوگ لگاتے ہیں۔“ اس نے کہا تو میں سندر لعل اور جسپال سنگھ کی باتیں میرے دماغ میں گھوم گئیں۔ میں نے اسی لمحے پینترا بدلتے ہوئے کہا

”تو پھر یہ بہت بڑی کمزوری ہوئی۔ کیا اتنا اثر لیتے ہو تم لوگ؟ کیا باقی لڑکیاں بھی اسی طرح مدہوش ہو جاتی ہیں؟“

”نہیں، ایسا نہیں ہے، شاید دوسری ایسی مدہوش نہ ہوتی ہوں لیکن میں ہو جاتی ہوں۔ یہ مہک میرے تن بدن میں رچ چکی ہے۔ وہ بھی ایسی ہی مہک لگاتا ہے۔ جس نے مجھے اک نئے جہان سے آشنا کیا۔ یہی مہک میرا بدن مہکا دیتی ہے، آگ لگ جاتی ہے مجھے، آؤ اب دیر مت کرو، مجھے بھنبھوڑ ڈالو ......“ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے بدن پر پہنی ہوئی مختصری شرٹ زور سے پکڑ کر پھاڑ دی۔ وہ پورے سینے سے برہنہ ہو گئی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور نرمی سے کہا

”ابھی وقت نہیں۔“ پھر باہر کی جانب اشارہ کر کے کہا، ”میں اسے بھیج دوں، اتنے میں تم فریش ہو جاؤ۔ پھر بیڈ روم میں چلتے ہیں۔“ میرے یوں کہنے پر وہ ایک دم سے مان گئی۔ وہ اٹھی اور کسی ربورٹ کی طرح باتھ روم کی جانب چل دی۔ اس نے دروازہ کھلا رہنے دیا۔ اتنے میں بانیتا کور نے جھانک کر دیکھا تو میں نے اشارے سے اسے بلایا اور اس کی جانب اشارہ کر کے چپ چاپ نکل گیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ پورا لباس پہنے آ گئی۔ وہ کافی حد تک ہوش میں تھی۔ میں نے اسے خود سے پرے رکھا۔ میں نے وہاں موجود لوگوں کو کچھ کھانے کے لئے کہا تھا، وہ کافی کچھ پھل بسکٹ اور کیک کے ساتھ چائے دے گئے۔ ہم ڈائنگ ٹیبل کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے میری جانب دیکھا اور شرمندہ سے انداز میں کہا

”سوری، میں پاگل ہو گئی تھی۔“

”دیکھو! ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں، بلکہ تمہارے دوست ہیں۔ ہم تمہیں قطعاً نقصان نہیں پہنچانے والے بلکہ ہم تو نوتن کور کے......“

”نوتن کور، تم جانتے ہو اسے؟“ اس نے خوشگوار حیرت سے پوچھا

”ہاں، میں جانتا ہوں اور اسی کے کہنے پر یہاں آئے ہیں، اور اب تمہیں واپس لے کر جانا ہے، تم غلط ہاتھوں میں پھنس چکی ہو، یہی تمہیں بتانا تھا، ٹھہرو، میں تمہاری نوتن کور سے بات کراتا ہوں۔“ میں نے کہا اور سیل فون پر نوتن کور کے نمبر ملائے۔ کچھ ہی دیر بعد رابطہ ہو گیا۔ وہ ہمارے ہی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"ہیلو۔ کیا ہوا، وہ ٹھیک تو ہے۔"

"اب قدرے نارمل ہے۔ بیٹی کور سے بات کرنا چاہتی ہے۔" میں نے کہا تو وہ بولی

"یہ ساتھ ہی بیٹھی ہے۔" اس نے کہا تو بلاشبہ اس نے فون بنٹی کی جانب بڑھا دیا۔ تبھی اس نے ہیلو کہا تو میں نے فون سندیپ کور کی جانب بڑھا دیا۔ وہ کچھ دیر باتیں کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ سندیپ کور رونے لگی۔ آخر میں اس نے یہی کہا

"ٹھیک ہے جیسے تم کہو، میں وہی کروں گی۔" یہ کہہ کر اس نے فون میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس سے بات کر کے فون بند کر دیا۔ اس نے مجھے بھی بتایا کہ ان دونوں کے درمیان کیا باتیں ہوئیں ہیں۔ میں نے فون جیب میں رکھا اور اسے کھانے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کھانے لگی اور اس دوران روتی رہی۔ میں نے اسے رونے دیا۔ پھر یکلخت بولی

"پوچھیں، کیا پوچھنا ہے آپ لوگوں نے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ تم کھانا کھاؤ بس۔"

وہ سکون سے کھانے لگی۔ پھر خود ہی بتانے لگی۔

"میں امرتسر سے ہوں۔ اور وہیں سے آئی ہوں۔ مجھے بتاؤ تمہارا وہ انسٹیٹیوٹ کہاں ہے امرتسر میں؟" بانیتا کور نے پوچھا تو وہ بتانے لگی۔ سندیپ کور ہر وہ بات بتاتی چلی گئی جو بھی اس سے پوچھا گیا۔ میں نے پہلی بار کسی کو ایسے دیکھا تھا، جس نے اتنی نفرت دکھائی اور پھر اس قدر تابعداری سے سب کچھ بتائے چلی جا رہی تھی۔ اس وقت صبح کے آثار واضح ہونے لگے تھے۔ جب بانیتا کور اسے ایک کمرے میں چھوڑ آئی۔

میں اس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس پر اعتبار کروں یا نہ کروں اور ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ خوشبو نے مجھے چکرا کے رکھ دیا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے ان کا آپس میں ضرور کوئی تعلق ہے۔ اور وہ باس بھی اس سے کہیں الگ نہیں تھا۔ یہ راز کب کھلے گا، مجھے اسی کا انتظار تھا۔ میں جلد از جلد باس تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ میں سویا نہیں، بلکہ میں نے سب سے پہلے اروند سے رابطہ کیا۔ اسے ایسے ہی ادارے کے بارے میں بتایا۔ اروند نے اسی وقت کراچی سے فہیم کو آن لائین لے لیا۔ وہ بھی سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ میں نے تھوڑی سی نیند لینے کے بارے میں کہا اور اپنے کمرے میں آ کر سونے کی کوشش کرنے لگا، لیکن مجھے نیند نہیں آئی۔ میں بیڈ پر لیٹا سوچ رہا تھا کہ مجھے سندر لعل کے خط کا خیال آیا۔ میں اٹھا اور اپنے سامان کی طرف گیا۔ وہاں سے وہ پیکٹ لیا جس میں دوائیاں اور لفافہ تھا۔ میں نے لفافہ کھولا۔ اس میں دو پرچے تھے۔ ایک پر فارمولے کی زبان تھی اور دوسرے میں ان دونوں دوائیوں کے بارے میں درج تھا۔ وہ دوا جو پہلی دوائی کا اثر توڑنے والی تھی۔ سندیپ کور کے بالکل ٹھیک تھی۔ میں نے درج ہدایات کے مطابق وہ دوائی اور سندیپ کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ ایک گلاس پانی میں ایک قطرہ دینا تھا۔ وہ میں پانی کے گلاس میں ڈالا اور اس کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ سونے کی کوشش میں تھی۔ میں وہ پانی اسے دے کر پینے کو کہا۔ وہ پانی پی گئی۔ میں وہاں سے آ گیا۔ سونے سے پہلے میں اس سیف ہاؤس کے ہیڈ کو الرٹ کر دیا۔ میں چاہتا تھا کہ تھوڑی دیر نیند لے لوں۔

☆......☆......☆

جسپال اس وقت واپس اوگی کی جانب چل پڑا تھا، جب باقی سب میں سے آدھے جالندھر کی جانب چلے گئے اور آدھے واپس نکودر چلے گئے۔ نوتن کور کو فارم ہاؤس پر ہی رہنے کو کہا گیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کچھ دن تک اس انسٹیٹیوٹ کے بارے میں جانکاری حاصل کریں گے، پھر اس کے بعد کوئی فیصلہ ہوگا کہ کیا کرنا ہے۔ اس دوران الیکشن مہم میں کسی کو بھی ضرورت پڑتی ہے تو اس میں مدد کی جائے گی۔ جسپال کو مہم تیز کرنے کے بارے میں کہہ دیا گیا تھا۔ اسی لئے وہ اوگی پنڈ کی طرف چل پڑا تھا۔

جسپال اس وقت اوگی پنڈ سے تھوڑی ہی فاصلے پر تھا جب اسے ہر پریت کی کال ملی۔

"وہ کہاں ہے؟" اس نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا تھا۔ لیکن لہجہ کسی پریشانی سی چغلی کھا رہا تھا۔

"خیریت تو ہے نا پریتو؟" اس نے خوشگوار انداز میں کہا، جس پر وہ قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی

"اوگی تھانے سے پولیس آئی ہے، ان کے ساتھ نکودر کی بھی پولیس ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔ اور......"

اس کے ساتھ ہی ہر پریت کی آواز آنا بند ہوگئی لیکن فون کال نہیں کٹی تھی۔ اگلے ہی لمحے کسی بھاری آواز والے نے طنزیہ انداز میں کہا

"اور اگر تم نہیں آئے تو ظاہر ہے ہمیں یہیں سے کسی کو لے کر جانا ہوگا۔ تم کب تک پہنچ رہے ہو۔"

"دیکھو۔ گھر کی کسی عورت سے بدتمیزی نہ ہو۔ اور تم لوگ گھر سے باہر نکل کر میرا انتظار کرو، میں دس منٹ تک پہنچ رہا ہوں۔ میں گھر کے قریب ہی ہوں۔"

"ارے، تم بھاگ کیوں نہیں جاتے، ہم تمہیں مار پیٹنے نہیں، گرفتار کرنے آئے ہیں، اور ادھر ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔ دس منٹ ہی ہیں تمہارے پاس۔" یہ کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔

جسپال نے وقت دیکھا اور سب سے پہلے نوتن کور کو فون کر کے انتہائی اختصار سے ساری بات بتا دی، پھر فون بند کر کے انوجیت سے رابطہ کیا، اس نے فون ریسیو کیا تو پتہ چلا کہ اسے ابھی پتہ چلا ہے اور وہ گھر کی طرف آ رہا ہے۔ جسپال نے بلبیر سنگھ پنچ کو فون کرنے کا کہا اور فون بند کر کے جیب میں رکھنے کی بجائے ڈیش بورڈ میں رکھ دیا۔ پھر اس نے اپنی پنڈلی کے ساتھ رکھا ہوا پسٹل نکال کر وہیں رکھ دیا۔ وہ انتہائی تیز رفتاری سے گھر کی جانب چل پڑا تھا۔

اس نے دور ہی دیکھ لیا۔ اس کے گھر کے سامنے کافی ساری گاڑیاں کھڑی تھیں۔ جسپال کو یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ یونہی نہیں آئے ہیں، بلکہ کوئی پکا کاغذ لے کر ہی آئے ہوں گے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ اس لئے اس نے کار لے جا کر گیٹ پر روک دی۔ پھر بڑے سکون سے اتر کر اندر چل دیا۔ راستے میں جا بجا پولیس والے کھڑے تھے۔ تبھی پورچ میں وہی اے سی پی دکھائی دیا۔ جسپال چلتا ہوا اس کے پاس جا ٹھہرا۔

"ویل کم، جسپال سنگھ ویل کم، دیکھو، میں تمہیں تمہارے گھر پر ہی تمہیں ویل کم کہہ رہا ہوں۔ خیر۔ میں تمہیں بھجن سنگھ کے قتل کے جرم میں گرفتار کرنے آیا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"بالکل بھی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایک ذمہ دار آفیسر ہیں، بنا کسی گیدڑ چھٹی کے آپ نہیں آئے ہوں گے۔ دکھائیں گے مجھے وہ گیدڑ چھٹی؟" جسپال نے کہا تو اے سی پی نے مسکراتے ہوئے ایک کاغذ اس کی جانب بڑھا دیا۔ اور طنزیہ لہجے میں کہا

"یہ لو۔"

جسپال نے ایک نگاہ اسے دیکھا۔ اسے شک میں گرفتار کیا جا رہا تھا۔ اس نے وہ کاغذ اپنی جیب میں رکھا اور اسے کہا

"میں نے کہا تھا کہ گھر سے باہر رہنا، مگر تم پھر بھی اندر آ کر بیٹھ گئے۔ کس کی اجازت سے؟"

"بہت ہو گئی اخلاقی گفتگو، اب چلو۔" پھر اپنے کسی ماتحت کی طرف دیکھ کر کہا، "گرفتار کر لو اسے؟"

اگلے ہی لمحے ایک پولیس مین آگے بڑھا اور اس کے ہتھکڑی لگا دی گئی۔ جسپال نے دیکھا، دروازے کی اوٹ میں سے ہرپریت اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے سمجھایا اور پلٹ پڑا۔ انہی لمحات میں انوجیت کی کار اندر داخل ہوئی۔ وہ جلدی سے باہر نکلا اور تیزی سے بولا

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ لوگوں کو خبر نہیں کہ......"

تبھی اے سی پی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"تم اگر الیکشن میں امیدوار ہو تو صرف امیدوار ہی رہو، قانون کے راستے میں مت آؤ۔ ہم نے اسے ہر قیمت پر لے کر جانا ہے سمجھے، اس لئے خاموش ہو جاؤ۔"

"تم غلط کر رہے ہو، میں جانتا ہوں......"

"تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو۔ پرے ہٹ جاؤ۔" اے سی پی نے حقارت سے کہا تو جسپال نے سرد لہجے میں کہا

"اے سی پی، اپنی بکواس بند رکھو، اور کتے کی طرح بھونکنا بند کرو۔"

اس پر اے سی پی نے حیرت اور غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کچھ کہنا چاہا تو وہ بولا، "شٹ اپ۔ اب میں تیرے ساتھ جا رہا ہوں تو جا رہا ہوں، کسی بھول میں مت رہنا کہ تم مجھے گرفتار کر کے لے جا رہے ہو۔ میں چاہوں تو اب بھی تیرے ساتھ جانے سے انکار کر سکتا ہوں۔ جانا ہے یا ادھر ہی رہنا ہے۔"

غصے میں اے سی پی سے بولا نہیں گیا۔ اس نے گھور کر دیکھا اور اپنے لوگوں کا اشارہ کیا۔ وہ اسے لے کر چل دیئے۔ جسپال چلتا ہوا پولیس وین میں جا بیٹھا۔ اس کے بیٹھتے ہی وین چل دی۔

☆......☆......☆

سہ پہر ہو گئی تھی۔ میں نہایا تو وہی بھینی بھینی مہک پھر سے تازہ ہو گئی۔ بھوک کا احساس ہونے کے باوجود میرا کچھ بھی کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ میں لان میں چلا گیا۔ وہیں مجھے چائے دے دی گئی۔ میرا ذہن پاس میں الجھا ہوا تھا۔ اس کی فون کال نہیں آئی تھی۔

اروند اور فہیم بھی اسے تلاش نہیں کر پائے تھے۔ تھوڑا بہت اگر کامیابی ملی بھی تھی تو پھر بھی کنفرم نہیں کر پائے تھے۔ میرا اضطراب بڑھنے لگا۔ میں اب اروند یا فہیم کو بار بار فون کر کے تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں چائے پی رہا تھا کہ ولید کی کال آ گئی۔ میں رسیو کرتے ہوئے کہا

''سوری۔! میں دوبارہ رابطہ نہیں کر سکا، میں......

''سر، آپ مصروف ہوں گے، تبھی رابطہ نہیں کیا، میں اب بھی نہ کرتا اگر مجھے آپ سے ایک اہم کام نہ ہوتا۔'' اس نے کافی حد رک الجھے ہوئے لہجے میں کہا

''ولید۔! خیر تو ہے نا؟'' میں نے پوچھا

''خیر ہی ہے، آپ سے ملاقات ہوتی ہے تو بتاتا ہوں نا جی میں۔'' وہ اسی لہجے میں ہی بولا

''کہاں ہو تم؟'' میں سے پوچھا

''میں کل سے یہیں لاہور ہی میں ہوں۔ آپ کی فون کال کا انتظار کر رہا ہوں۔'' اس نے بتایا

''ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں۔'' میں نے کہا

میں نے ایک دم ہی اس کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ میں فون بند کرتے ہوئے اٹھ گیا۔ اس وقت سندیپ کو اپنے کمرے میں تھی اور بانیتا کور جاگ گئی تھی۔ میں نے اسے کچھ دیر باہر جانے کے لئے کہا اور کار لے کر نکل گیا۔ میرا رخ علامہ اقبال ٹاؤن کی جانب تھا، جہاں ولید میرا انتظار کر رہا تھا۔

میں جس وقت میں نہر کے پل پر پہنچا اس وقت مغرب ہو چکی تھی۔ میں نہر کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اسی وقت میرے من میں نجانے کیوں شاہ جمال کے مزار پر ملنے والے وہی سفید ریش بزرگ مجھے یاد آنے لگے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ یاد یونہی نہیں ہے۔ اس لئے جیسے میں فیروز پور روڈ پر چڑھا تو پھر چلتا چلا گیا، یہاں تک کہ بابا شاہ جمال کے مزار تک جا پہنچا۔ میں نے کار پارک کی اور اندر چلا گیا۔ میں نے دیکھا وہی بزرگ انہی قبروں کے درمیان سفید کپڑا بچھائے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں مسکراتے ہوئے ان کے پاس چلا گیا، انہوں نے میری طرف دیکھا اور گہری سنجیدگی سے کہا

''آؤ بیٹھو۔''

میں ان کے سامنے جا بیٹھا۔

''کیا میں نے تمہیں دیا نہیں دکھایا تھا، اس کے بارے بتایا نہیں، کیا تم اسے نہیں سمجھے ہو؟''

''حضور، اگر میں نہیں سمجھا تو آپ پھر سے مجھے سمجھا دیں۔'' میں نے عاجزی سے کہا تو چند لمحے میری طرف دیکھتے رہے، پھر بولے

''پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سب کثرت جو ہے یہ وحدت سے ہے اور وحدت ہی سے ساری کثرت ہے۔ ہر انسان ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔ کوئی تم سے جڑا ہے تو کیوں نہیں تم اس سے جڑ جاتے ہو۔ بس ذرا سا دھیان دو۔''

"کیسے؟ کیسے دھیان دوں بابا جی؟" میں نے تجسس سے پوچھا

"اچھا تمہیں پھر ایک اور بات بتاتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ چند لمحے خاموش رہے پھر بولے، "تمہارے خیال میں دیئے کی حقیقت کیا ہے؟"

"حضور آپ بہتر سمجھتے ہیں۔" میں دھیمے لہجے میں کہا

"دیئے کی حقیقت روشنی ہے۔ روشنی نہ ہو تو دیا بھی نظر نہیں آتا۔ میں تمہیں کھول کر ہی بیان کر دوں، دیئے کو روشنی نے وجود دیا ہوا ہے۔ دیئے کو جسم سمجھ لو اور جسم میں روشنی نہ ہو تو کسی کی بھی پہچان ممکن نہیں ہے۔ روشنی کی حقیقت سمجھ میں آ گئی تو سمجھ لو کوئی بھی تم سے چھپا ہوا نہیں ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا

"روشنی کی حقیقت کیا ہے؟" میں نے بات بڑھانے کے لئے پوچھا تو بولے

"جب انسان آنکھ کھولتا ہے تو اس کے سامنے زمان و مکاں ظاہر ہو جاتا ہے۔ دن، رات اور دن رات کے اندر انقلابات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور جو حقیقی زمانہ ہے وہ اس کے اندر ہے اور یہ اس کی ایک جھلک ہے۔ یہ سلسلہ روز و شب ہی ہے جس میں زندگی اور موت دیکھی جا رہی ہے۔ مطلب پیدا ہونا اور مر جانا۔ یہ تغیرات کی نشانی ہے۔ تغیرات اور انقلابات اسی زمانہ کی مسلسل حرکت سے پیدا ہو رہا ہے۔ چونکہ ذات، تغیرات اور انقلابات سے منزہ ہے، اس لئے وہ زماں و مکاں سے بالاتر ہے۔ یہ سلسلہ روز و شب اس کی تخلیق ہے، کُن فیکون کا تسلسل ہے۔ ازل کے ساز سے ایک نغمہ نکل رہا ہے یعنی زمانہ ذات کی تخلیقی فعالیت کا مظہر ہے اور بقید زمان و مکان میں عالم وجود میں چلی آ رہی ہیں۔ زمانہ بلاشبہ کائنات میں سب سے بڑا کھرا کھوٹے کا پرکھنے والا ہے، چنانچہ جو افراد اور معاملات ناقص ہوتے ہیں۔ زمانہ انہیں فراموش کر دیتا ہے۔ سلسلہ روز و شب کی اصل حقیقت یا اصل زمانہ جس میں نہ دن ہے نہ رات محض حال ہی حال ہے، نہ ماضی ہے اور نہ مستقبل۔ یہ زمان خالص ایک رَو ہے، جس میں مسلسل حرکت ہے۔ زمانہ زندگی ہے اور زندگی زمانہ ہے۔ اگر زمانے کی حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتے ہو تو دل میں غوطہ لگاؤ، عشق اختیار کرو کہ عشق اصل حیات ہے اور زمانے کی دستبرد سے بالاتر ہے۔ عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام......"

"عشق کا زماں کے ساتھ کیا تعلق رکھتا ہے؟" میں نے سمجھنے کے لئے پوچھا

"عشق، مومن کے اعمال میں رنگِ دوام پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ عشق اصل حیات ہے۔ اس پر فنا طاری نہیں ہوتی۔ اگرچہ زمانہ تیز تر، تند اور انتہائی رفتار رکھتا ہے۔ لیکن عشق اس سے بھی بڑھ کر سبک رفتار ہے۔ اس لئے وہ زمانے پر غالب آ جاتا ہے اور اس کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ عشق بڑی کامیابی سے زمانے کا مقابلہ کرتا ہے۔ زمانہ ہر شے کو فنا کر دیتا ہے مگر عشق کو فنا کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ زمانہ عشق کے سامنے بے بس ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا

"اب بابا جی یہ بھی فرما دیں کہ روشنی اور عشق میں کیا تعلق ہے۔" میں نے پوچھا

''وحدت کی روشنی عشق ہے۔ دیئے کی مثال سے اس کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس طرح ظاہری روشنی کے بغیر کچھ بھی دیکھنا ناممکن ہے۔ اسی طرح عشق کی باطنی روشنی کے بغیر کسی بھی شے کی حقیقت کو دیکھنا اور جو ممکن نہیں ہے۔ اور جان لو کہ روشنی روشنی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔'' انہوں نے خود لطف لیتے ہوئے کہا تو میں نے تجسس سے پوچھا

''بابا جی یہ کیسے، اس بات کو کھولیں؟''

میرے پوچھنے پر وہ بے ساختہ بولے

''اتباع...... اتباع محبوب۔'' یہ کہہ کر وہ ہلکا سا مسکرائے پھر جھوم کر بولے،'' اللہ کا رنگ کیا ہے، صبغت اللہ۔ اللہ کا رنگ، اتباع ہی سے چڑھتا ہے۔ یہ رنگ وہیں سے ملتا ہے۔ اب سنو۔ یہ کیسے چڑھتا ہے۔''

''حضور فرمائیں۔'' میں نے شوق سے کہا

''قطرہ آب نیساں جو صدف کی آغوش میں چھپ جاتا ہے۔ جب اس قطرہ کو خلوت نصیب ہوتی ہے، پردہ میں چلا جاتا ہے جلوت میں گوہر بن کر جلوت یعنی عالم ظاہر میں ظہور پاجاتا ہے۔ جب پانی کی بوند خودی کا حرف یاد کر لیتی ہے، اس میں خودی کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اپنے بے حقیقت وجود کو موتی بنا لیتی ہے۔''

''واہ، سبحان اللہ۔'' میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اور وہ جذب میں کہہ رہے تھے۔

''عشق و مستی سے، یہی بے خودی سے، جسم و جان، موت و حیات، مکان و زمان سے گذر کر، دل میں ڈوب کر، خلوت میں، حق سے ہمکلام ہو کر، اپنی خودی کو پا کر پھر کائنات میں ظاہر ہو کر، اپنے جان وجسم کو تسخیر کر کے کائنات کو مسخر کر لو۔''

''عشق کی اس منزل خودی تک فوری طور پر رسائی کیسے ممکن ہے۔'' میں نے تیزی سے پوچھا

''خودی ایک آنکھ سے اپنی خلوت کا مشاہدہ کرتی ہے اور دوسری آنکھ سے جلوت یعنی کائنات کا تماشہ کرتی ہے۔ اگر ایک بند ہو جائے تو گناہ ہے اگر دونوں آنکھوں سے دیکھتی ہے تو عین راہ سلوک ہے، یہی طریق قلندر ہے۔''

''کیسے بابا جی،'' میں انتہائی تجسس سے پوچھا

''وہی...... جیسے دیئے کو روشن ہونے کے لئے اپنے وجود یعنی تیل کو جلانا پڑتا ہے ویسے ہی قلندر اپنے محبوب سے عشق کی آگ میں جلتا ہے تو خودی کی روشنی حاصل کرتا ہے۔ یہ وہی روشنی ہے جو رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو دی اور انہوں پوری کائنات میں تقسیم فرما دی۔ سن لو۔ خودی کیا ہے، غلامی محبوب ﷺ اور عشق رسول ﷺ ہے۔'' انہوں نے کہا اور جذب سے شعر پڑھنے لگے۔

مقام مصطفیٰ دردل مسلماں است

آبروئے ما از نام مصطفیٰ است

موت وحیات نہیں التفات کے لائق

فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

پسند رُوح و بدن کی ہے وانمود اس کو

کہ نہامت مومن ہے خودی کی عریانی

ازل اس کے پیچھے ابد سامنے

نہ حد اس کی پیچھے نہ حد سامنے

خودی کی خلوتوں میں کبریائی

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی

زمین و آسمانوں و کرسی و عرش

خودی کی زد میں ساری خدائی

"واہ۔! قلندر لاہوری نے خودی کو کیسے بیان کیا۔" میں نے جذب میں کہا

"بس اتنا سمجھ لو، اکا، جب حضرت اقبالؒ کے ہاتھوں میں آئی تو خودی بنی۔"

یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اٹھے، سفید کپڑا سمیٹا اور ایک جانب چل دیئے۔

میں نے غور کیا، میرے سامنے سب کچھ کھل گیا تھا۔ مجھے لگا کہ میں ہاتھ بڑھاؤں گا اور خودی کا جوہر میرے ہاتھ میں ہوگا۔

مجھے خود پر رشک اور اپنے دشمنوں پر پیار آ رہا تھا۔ جن کی کوششوں سے آج میں اس عالی قدر راز تک رسائی حاصل کر گیا تھا۔

میں اٹھا اور چل پڑا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں یہ کائنات تسخیر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ میرے سامنے ایک نئی دنیا طلوع ہو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

(امجد جاوید کا یہ دلچسپ اور طویل ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)